SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Sunday, January 2, 1994

The Senate of Pakistan met in the old National Assembly Hall (State Bank Building) Islamabad, at fifty-five minutes after five of the clock in the evening, with Mr. Chairman (Mr. Wasim Sajjad) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

بسم اللہ الرحمان الرحیم

واذا اذقنا الناس رحمة فرحوبها ط وان تصبهم سيئة بما قدمت ايديهم
اذاهم يقنطون O اولم يرو ان الله يبسط الرزق لمن اليشاء ويقدر ط
ان فی ذالک لايات لقوم يومنون O فات ذاالقربی حقه والمسکين
وابن السبيل ط ذلک خيرا للذين يريدون وجه الله واولئک هم
المفلحون O

ترجمہ :- اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو اس سے خوش ہو جاتے ہیں
اور اگر ان کے عملوں کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں کوئی گزند پہنچے تو
ناامید ہو کر رہ جاتے ہیں، کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی جس کے لئے چاہتا ہے رزق

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Sunday, January 2, 1994

The Senate of Pakistan met in the old National Assembly Hall (State Bank Building) Islamabad, at fifty-five minutes after five of the clock in the evening, with Mr. Chairman (Mr. Wasim Sajjad) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

بسم اللہ الرحمان الرحیم

واذا اذقنا الناس رحمة فرحوبها ط وان تصبهم سيئة بما قدمت ايديهم
اذاهم يقنطون O اولم يرو ان الله يبسط الرزق لمن اليشاء ويقدر ط
ان فی ذالک لايات لقوم يومنون O فات ذالاقربی حقه والمسکين
وابن السبيل ط ذلک خيرا للذين يريدون وجه الله واولئک هم
المفلحون O

ترجمہ :- اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو اس سے خوش ہو جاتے ہیں
اور اگر ان کے عملوں کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں کوئی گزند پہنچے تو
ناامید ہو کر رہ جاتے ہیں، کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی جس کے لئے چاہتا ہے رزق

فراخ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے۔ بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ تو اہل قرابت اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق دیتے رہو اور جو لوگ رحمت الہٰی کے طالب ہیں یہ ان کے حق میں بہتر ہے اور یہی لوگ نجات حاصل کرنے والے ہیں۔

Point of Order Re: renovation of Parliament House

سید محمد فضل آغا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی فرمائیے۔

سید محمد فضل آغا: شکریہ ۔ گزارش یہ ہے کہ بدقسمتی سے پارلیمنٹ میں جو حادثہ ہوا ہے وہ سب کے سامنے ہے، جس طرح قومی اسمبلی کے ہال کو جلایا گیا اور پورے ہاؤس کی جس طرح تباہی ہوئی ہے اس کے بعد ابھی renovation کا کام شروع ہوا ہے لیکن اس سلسلے میں جو کام ہو رہا ہے وہ بہت below standard ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ گورنمنٹ کی طرف سے پارلیمنٹ کی طرف سے یا ایڈمنسٹریشن کی طرف سے، سی ڈی اے کو چیک کرنے کے لئے کوئی سپروائزری کمیٹی ہے یا نہیں ہے کیونکہ جو کام بھی ہوا ہے وہ below standard ہے۔ ناگفتہ بہ ہے۔ باتھ رومز کی حالت دیکھیں۔ چھتوں کی حالت دیکھیں، وائرنگ دیکھ لیں یا ڈسٹمپر، پینٹنگ کا کام ہو رہا ہے وہ سارا below standard ہے۔ اس کام پر عوام کے کروڑوں روپے خرچ ہو رہے ہیں۔ میری تجویز ہے کہ کوئی اس قسم کی سپروائزری کمیٹی ہو جو اس کام کے سٹینڈرڈ کو چیک کر سکے اور جو نقصان ہوا ہے اس کے بعد مزید نقصان نہ ہو۔

جناب چیئرمین: یہ پوائنٹ آف آرڈر تو نہیں بنتا ہے البتہ مجھے لکھ کر دے دیں۔ Then, we will see what we have to do.

پروفیسر خورشید احمد: جی کس مسئلہ پر بات کر رہے تھے معزز رکن۔

Mr. Chairman: He is complaining over the standard of maintenance. It is technically not a Point of Order, but you are sitting here, you have taken note of it.

ایک معزز رکن: جناب والا، میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: اس پر اس طرح بحث شروع ہو جائے گی۔ بہرحال آپ مجھے لکھ کر دے دیں۔ جی پروفیسر صاحب۔

پروفیسر خورشید احمد: میں سمجھتا ہوں کہ یہ سینٹ اور نیشنل اسمبلی کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ وہاں جو کام ہو، وہ بر وقت ہو تا کہ ہم جلد از جلد وہاں جا سکیں۔ اس طرح میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو، سپیکر کو اور متعلقہ وزارت کو coordinate کرنا چاہیئے۔ اس طرح بہتر طریقے پر کام ہو گا۔

جناب چیئرمین: ہم وقتاً فوقتاً دیکھتے رہتے ہیں میں تین دن پہلے وہاں گیا تھا، میرے ساتھ سینٹ کے کچھ اور حضرات بھی تھے۔ اس کام کی progress اچھی ہے اور جی فرمائیے آپ نصیراللہ بابر صاحب۔

Maj. Gen. (Retd.) Naseerullah Khan Babar: Only three days ago the committee went there. There was Mr. Goraya Sahib, Jarral Sahib, myself, Chairman, CDA and other officials. We went there, we saw the work, we passed orders at the spot as to what

was to be done in the Senate. And then we cleared the National Assembly Building for them to take over and start work on that. There is some sort of a committee which represents the Senate and the National Assembly and other people and if they want to form another Committee from the Senate, we have no objection.

جناب چیئرمین: میرا اپنا اندازہ ہے کام کو دیکھتے ہوئے کہ سینٹ ہال تقریباً اس پوزیشن میں ہے کہ استعمال ہو سکے۔ کچھ مائیکرو فون سسٹم جو ہے، اس کے بارے میں ان کے کچھ خدشات تھے مزید کوئی شاید کمپیوٹر وغیرہ آنے ہیں، وہ install کرنا ہیں۔ تو میرے خیال میں اگلے چار پانچ دنوں میں یہ ہال قابل استعمال ہوگا لیکن وہ maintenance کے اسٹینڈرڈ کی بات کر رہے ہیں۔

سید محمد فضل آغا: جناب والا، میری گزارش ہے ....

جناب چیئرمین: یہ آپ مجھے لکھ کر دے دیں۔ جی جناب کھوسہ صاحب،

میر سہراب خان کھوسہ : میری عرض ہے کہ میرا ایک privilege motion ہے تعمیر وطن پروگرام کے بارے میں، وہ آج پیش نہیں ہو سکے۔ جناب یہ ہمارے حقوق کی بات ہے۔ یہ ہمارا privilege ہے۔

جناب چیئرمین: وہ اگر آج نہیں آسکی تو کل لے لیں گے۔

میر سہراب خان کھوسہ: یہ بڑا اہم مسئلہ تھا، اس کے بارے میں ہم بات کرنا چاہتے تھے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے وہ لے لیں گے، آج تو نہیں ہے۔ جی جناب بہرہ ور سعید صاحب۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: جی ایک توجہ دلاؤ نوٹس ہے۔

جناب چیئرمین: کس کے بارے میں ہے۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: گوادر کے متعلق ہے۔

جناب چیئرمین: وہ دے دیں، ابھی تک میرے پاس نہیں آیا ہے۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: وہ تو جناب میں نے داخل کر دیا ہے، میں نے دفتر سے پوچھا بھی ہے، اور مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ ابھی پراسس ہو رہا ہے۔ اب تو تین چار دن ہو گئے ہیں۔

جناب چیئرمین: جی، میں اس کے متعلق پتہ کروں گا۔ جی، جناب فضل آغا صاحب۔

سید محمد فضل آغا: شکریہ۔ جی، وہ توجہ دلاؤ نوٹس اس لئے بہت اہم ہے کہ وہ گوادر پورٹ کے متعلق ہے، وہ بہت اہم ہے۔ مہربانی کر کے اسے رکھا جائے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے جی، میں پتہ کرتا ہوں۔

Leave of Absence

جناب چیئرمین: پیر سید اسرار حسین شاہ نے ذاتی وجوہات کی بنا پر حالیہ مکمل

اجلاس کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب یوسف شاہین صاحب نے نجی مصروفیات کی بنا پر آج مورخہ 2 جوری کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے کیا رخصت منظور ہے۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جی میر عبدالجبار صاحب۔ پوائنٹ آف آرڈر۔

Point of Order

میر عبدالجبار: گزارش یہ ہے کہ غالباً کچھ کہنا شاید مناسب بھی نہ ہو، جناب فضل آغا صاحب نے پوائنٹ آف آرڈر پر ارشاد فرمایا ہے اور باقی دوستوں نے بھی کہا ہے، اس کے بارے میں، میں نے باقاعدہ تحریک استحقاق پیش کی ہوئی ہے (سینٹ کی جو مرمت ہو رہی ہے) میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت اہم مسئلہ ہے، اس کو دیکھ لیا جائے تو بہتر ہوگا سید اقبال حیدر وزیر صاحب نے ایک غلط انفارمیشن دی تھی۔ ہمارا ایک starred question تھا پرسوں، اس کا جواب انہوں نے غلط دیا ہے۔ اس میں تحریک استحقاق پر گزارش کروں گا۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے جب وہ آئے گا تو اسے take up کر لیں گے۔ اب تحریک استحقاق ہے سید فصیح اقبال کی۔

Privilege Motions

i) Re: Travelling in Economy Class by Senators

Syed Faseih Iqbal : I beg to move that my privilege as Senator and that of the House has been breached by the decision of the Government allowing Federal Secretaries to travel in 1st class during their official tour abroad whereas the Members of the Parliament are allowed to travel in Economy Class during their official visits abroad. It may be mentioned that 'the Members of the Parliament (Senators/MNAs) rank senior to the Federal Secretaries in the Warrant of Precedence of Pakistan. Therefore, the said practice causes a clear breach of privilege and I move that the issue may be referred to the Committee on Rules of Procedure and Privileges for examination and report.

Mr. Chairman: Is it being opposed?

Syed Iqbal Haider: It is being opposed technically.

جناب چیئرمین: فصیح صاحب، فرمایئے اس پر۔

سید فصیح اقبال: جناب اس ملک میں ایک عرصہ سے یہ مہم چل رہی ہے پاکستان میں ایک تو جمہوری عمل بہت تھوڑا عرصہ رہا ہے اور جب بھی جمہوریت کا مسئلہ آتا ہے ہمارے ہاں services class میں خاص خوشبودار طبقہ ہے۔ چند لوگ ہیں، ہم سب بیوروکریٹس کو نہیں کہتے ہیں، ان میں بہت اچھے اچھے لوگ بھی ہیں، قابل احترام بھی ہیں، ایکسپرٹ ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ آج ہمارے سینیٹر صاحب، خود ماشاء اللہ اسی چیز کا شکار ہیں، لیکن انہوں نے oppose کیا ہے اس لئے کہ وہ وزیر ہیں۔ ان کو خدمت کرنی پڑتی

ہے ان تمام سیکرٹریوں کی کیونکہ ایسا ہوا ہے کہ 1985ء سے جتنے delegations گئے ہیں۔ ہم، منتخب نمائندوں میں سے کسی کو شوق نہیں ہے کہ وہ first class میں جائیں لیکن یہ بھی ہم نہیں چاہتے کہ جو لوگ ہمارے ملک کے ملازم ہوں، وہ آپ پر اولیت لیں، آپ کو supercede کریں اور ایسے موقع پر جب کہ تین جمہوری حکومتیں آ چکی ہیں یہ چھوٹا سا مسئلہ نہیں ہے اس وقت میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس پر ہمیں غور و خوض کرنا چاہیئے کہ منتخب نمائندوں کا آپ کے ملک میں warrant of precedence according to the book جو آپ نے عزت دی ہے، وہ ان کا ایک status ہے۔ اگر واقعی یہ موجود ہے تو آپ کم از کم اس پر عمل کریں۔ فیڈرل سیکرٹریوں کو کیا شوق ہے کہ وہ حکومت کا پیسہ اللے تللے خرچ کریں۔ جتنے بھی ہزاروں ڈیلیگیشن جاتے ہیں..... ان میں سے کبھی بھی حکومت نے کسی سیکرٹری کو نہیں روکا ہے۔ کوئی منتخب نمائندہ ان کے ساتھ نہیں گیا اور ہوا یہی ہے کہ وہ first class میں جاتے ہیں۔ ایک دن ایسا بھی ہوا ہے ہماری ڈپٹی چیئرپرسن بیٹھی ہیں۔ وہ ایک delegation میں ممبر تھیں وہ اکانوی کلاس میں بیٹھی تھیں اور سیکرٹری صاحب جناب فسٹ کلاس میں بیٹھے تھے میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس ملک میں جو ایک نظریاتی ملک ہے، ویسے بھی یہ اسلامی مساوات کے بھی خلاف ہے کہ آپ کئی طبقات میں اسے رکھیں اور جو لوگ اس ملک کے اہل کار ہیں جن کو اس ملک میں بیوروکریٹ کہا جاتا ہے اگر وہ یہ سوچیں جمہوری حکومت میں وہ تمام مراعات جو ان کو قانون کے تحت حاصل نہیں ہیں وہ حاصل کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان سے ہاؤس کا بھی privilege breach ہوا ہے اور میرا بھی ہوا ہے کیونکہ یہ کوئی تین سال سے معاملہ چل رہا ہے کئی مرتبہ ہماری وزراء نے یقین دلایا اس سلسلے میں جو anamoly ہے وہ دور کر دیں گے لیکن انہوں نے سیکٹریز کمیٹی میں اس کا فیصلہ کیا اب تک ایسا ہوا ہے جو بھی ہمارے وفود باہر جاتے ہیں..... یہ کتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ سیکرٹری صاحب فسٹ کلاس میں جائیں۔ میں سمجھتا ہوں سب کو برابر اکانوی کلاس میں جانا چاہیئے ایک اور بات میں اسی سلسلے میں بتا رہا ہوں پی آئی اے میں بھی اب فسٹ کلاس شروع ہو گیا لیکن افسوس یہ ہے کہ یہ اسلامی ملک ہے اور ہم اس میں مزید فرقے بنا رہے ہیں اور ہم یہ سگنل دے رہے ہیں کہ کئی طبقے اور فرقے بنائیں گے۔ اس ملک میں کبھی یہ نہیں ہوا کہ ڈومیسٹک کلاس اکانوی کلاس فسٹ

کلاس اگر آپ کلاسز بنانا چاہتے ہیں- ٹھیک ہے فسٹ کلاس اکانومی کلاس ہو- انشاء اللہ ایسا بھی وقت آئے گا کہ ہم چوتھی کلاس میں ہوں گے -------

جناب چیئرمین: ریلوے میں انٹر کلاس بھی ہے-

سید فصیح اقبال: وہ تو انہوں نے abolish کر دیا اس کا مطلب ہے کہ revival کا دور ہے- میں سمجھتا ہوں کہ یہاں پر جتنے ہمارے وزراء ہیں کم از کم یہ احساس کریں ٹیکنیکلی حمایت کریں ہمارے اقبال حیدر صاحب کو یہ زیب نہیں دیتا اگر یہ اس وقت اپوزیشن میں ہوتے تو گلا پھاڑ پھاڑ کر کہتے کہ یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا فلاں گورنمنٹ نے کیا میں سمجھتا ہوں کہ اس فیصلے پر فوری طور پر نظرثانی ہو- میں سمجھتا ہوں کہ privilege committee کے پاس بھیجنے سے پہلے اس کو ایڈمٹ کریں اور یہ حکومت خود ہی اس تفریق کو withdraw کرلے- تاکہ جو بھی قانون ہو وہ سب کے لئے یکساں ہو-

جناب چیئرمین: جناب اقبال حیدر صاحب-

سید اقبال حیدر: جناب چیئرمین! جس نکتے کی نشاندہی معزز رکن نے کرائی ہے واقعی وہ بہت اہمیت کا نکتہ ہے معزز رکن کی پرویلج موشن سے پہلے کوئی دو ہفتے قبل گزشتہ کیبنٹ کے اجلاس میں خود حکومت نے اس کی نشاندہی کی تھی بہت سارے جو privilegesemoluments ہیں یا benifits ہیں ان میں بہت زیادہ inconsistencies ہیں lacunas ہیں اور اس کو retinalise کرنے کے لئے گزشتہ اجلاس میں کیبنٹ نے ایک کمیٹی بنائی دو ہفتے پہلے جو اجلاس ہوا تھا اس میں ایک کمیٹی بنائی گئی تھی جس میں نہ صرف ممبران اسمبلی کی مراعات بلکہ تمام پارلیمانی سیکرٹریوں کی، چیئرمین آف سٹینڈنگ کمیٹیز، لیڈر آف دی اپوزیشن اور لیڈر آف دی ہاؤس-

As well as of the benefits and privileges of the Ministers and

to rationalism then inline with the other services and other benefits and privileges so that they do not suffer any kind of embarrassment or humiliation in any manner either while travelling or in case of housing or their daily allowance.

یہاں تو اور بھی بڑی inconsistencies ہیں جن کی نشاندہی معزز ممبر نے نہیں کی۔ ڈیلی الاؤنسز میں بڑی inconsistencies ہے تمام دیگر چیزوں میں بڑی inconsistencies ہے۔ ان تمام کو ہم rationalise کر رہے ہیں۔

All the benefits, emoluments and privileges are being reviewed by the special committee of the cabinet and we are going to rationalize them in a short while and this complaint of the honourable member will be removed.

جناب چیئرمین: کیوں جی، in the light of the statement آپ اس کو پریس تو نہیں کرتے۔

سید فصیح اقبال: میں ان کا مشکور ہوں لیکن یہ مسئلہ بالکل علیحدہ ہے اس سے ہمارے salary and allowances کا کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ سفر ٹریول کا مسئلہ ہے ایک سیکرٹری کمیٹی نے علیحدہ فیصلہ کیا۔ آپ اندازہ کریں ایک چیز جو آپ آج ختم کر سکتے ہیں اس کے لئے کسی کمیٹی کی کیا ضرورت ہے۔ allowance اور salary کے اوپر اتنا شور مچایا کہ کسی بھی گورنمنٹ کے پارلیمانی آفیئرز سیکرٹری، چیئرمین کی رپورٹ پر فیصلہ کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ یعنی سیکرٹری ہمارے مسائل پر وہ کومنٹس دے رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی وہ چیزیں بڑی اچھی ہیں جو آنے والی ہیں۔ یہ جو ٹریول کا مسئلہ ہے، یہ بالکل علیحدہ ہے۔ کل ہی کوئی وفد جا رہا ہے آپ کیا کریں گے سیکرٹری کو فسٹ کلاس allow کریں گے۔ آپ یہ سوچیں اس کو فوری طور پر ختم کریں یہ مسئلہ اس سے جدا ہے۔ میں

سمجھتا ہوں کہ یہ تفاوت ہے اور اس میں ملک کے منتخب نمائندوں کو کبھی یہ درجہ نہیں ملا جو ان کو ملنا چاہیے۔ میں وزیر موصوف سے اپیل کروں گا کہ یہ یقین دہانی کرائیں till that decision کہ کسی وفد میں کوئی سیکرٹری صاحبان فسٹ کلاس میں سفر نہیں کریں گے جو اکانومی کلاس ہے اسی میں سفر کریں گے۔

جناب چیئرمین: لاء منسٹر examine کر رہے ہیں۔ So in the light of the statement disposed of.

(مداخلت)

جناب چیئرمین: ایک منٹ جی میں ذرا ان کی بات ختم کر لوں تو آپ کی بات پر آتا ہوں یہ جو مسئلہ ہے اور فصیح صاحب نے جو ایشو ریز کیا ہے۔ ایک لحاظ سے واقعی یہ سنجیدہ مسئلہ ہے۔ یہ ایک ایگزیکٹو decision ہوا تھا۔ پتہ نہیں یہ کیسے ہو گیا کہ سینٹ سیکرٹریٹ کو کچھ اور مل رہا ہے جو زیادہ حیثیت رکھتے ہیں ان کو کم مل رہا ہے اس کو علیحدہ examin کر لیں تو so, in the light of the statement جی جناب سمیع الحق صاحب۔

مولانا سمیع الحق: میں بھی اسی طرف توجہ دلانا چاہتا تھا کہ پریس والوں کو پتہ نہیں کیا بے چینی آگئی آپ فوری طور پر معلوم کریں کہ انہوں نے واک آؤٹ کیوں کیا ہے اور اس کا ازالہ کیا جائے۔

جناب چیئرمین: پتہ کرتے ہیں۔ آپ بتا سکتے ہیں۔

چوہدری شجاعت حسین: جناب چیئرمین! پریس والوں نے جو واک آؤٹ کیا ہے یہ اس بنا پر کر رہے ہیں کہ پیپلز پارٹی والے اپنی [+++++] کے مطابق نیو ایئر عید والے جشن منا رہے تھے محفلیں چل رہی تھیں، شرابیں چل رہی تھیں، ڈانس ہو رہے تھے۔ جناب

والا! جرنلسٹ جو ہیں ان کو ہر جگہ جانے کی آزادی ہے، ہوٹلوں میں جانے، ہر جگہ یہ چیز دیکھنے کی تاکہ صحیح طریقے سے فوٹو اتار سکیں تو یہ جرنلسٹز وہاں پر گھوم رہے تھے ہوٹلوں میں اور دوسری جگہوں میں۔ بعض جگہوں میں تو انہیں مارا پیٹا بھی گیا یہاں "میریٹ" میں روزنامہ "پاکستان" کے جرنلسٹ ہیں انہیں پولیس نے گرفتار کیا اور گرفتار کرنے کے بعد انہیں تھانے لے گئے تاکہ وہ ان کے متعلق رپورٹنگ نہ کر سکے ------

جناب چیئرمین: بات تو سن لینے دیں ایک بات ختم ہو جائے تو آپ کی بھی سن لیتے ہیں۔

چوہدری شجاعت حسین: اس پر انہوں نے احتجاج کیا ہے۔

جناب چیئرمین: میرا خیال ہے یہ جو شکایت ہے منسٹر آف انٹریئر صاحب آپ دیکھ لیں محمد علی صاحب آپ جا کر دیکھ لیں کہ کیا بات ہے۔

جناب گلزار احمد خان: جناب یہ [++++++] کا لفظ صحیح نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: تو آپ کہتے ہیں کہ ++++ کا لفظ غلط ہے یہ حذف کیا جاتا ہے۔ یہ صحیح ہے۔ جی جناب صوبیدار صاحب۔

جناب صوبیدار خان مندوخیل: جناب والا ++++ نہیں تو اور کیا ہے۔ 88ء میں یہ سلسلہ شروع ہوا اور دو سال تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ شرابیں اور کباب اڑائے گئے، نیو ایئر نائٹ منایا گیا اب پھر یہ نیا سال آگیا۔

Mr. Chairman: Mr. Raza Rabbani, if you speak at the same time then we cannot hear any body.

آپ پلیز بیٹھیں میری ایک بات سن لیں پھر آپ کی بات سنتا ہوں۔ صوبیدار صاحب یہ جو مسئلہ ہے اس کا مقصد یہ تھا کہ یہ کیوں ہو رہا ہے اور میں کوئی بحث نہیں چاہتا۔ آپ بیٹھ جائیں۔ جی رضا ربانی صاحب آپ کا کیا پرابلم ہے۔

Mian Raza Rabbani: Sir my problem was that the point raised by the honourable member and the other point raised just now do not constitute points of order, No.1.

No.2, it would be highly improper to imply motives to any political party for the conduct of new year eve.

Mr. Chairman: Correct.

Mian Raza Rabbani: Because if we were to go into history that will be a different matter.

Mr. Chairman: I agree with you, these were not points of orders and the objectionable words have been expunged.

Mian Raza Rabbani: Thank you, Sir.

جناب صوبیدار خان مندوخیل: میں ذاتی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: نہیں ذاتی وضاحت کچھ نہیں۔ چوہدری صاحب معاملہ ختم ہو گیا ہے۔

ایک وقت میں ایک آدمی بات کرے تو مجھے سمجھ آئے گی۔ ویسے ہی اس ہال میں سمجھ نہیں آتی۔ جی جناب فضل آغا صاحب۔

سید محمد فضل آغا: جناب میں رضا ربانی صاحب کا بڑا مشکور ہوں اور انہوں نے بڑی صحیح بات کی لیکن مجھے افسوس ہے کہ پرسوں انہوں نے خود میاں نواز شریف صاحب کے بارے میں ....

جناب چیئرمین: جی چھوڑیں فضل آغا صاحب اس بحث میں نہ پڑیں۔ جب اس پر بحث کا وقت آئے گا تو پھر کر لیں گے۔

Now, we go to the next item on the agenda. Privilege Motion No.13 and No.6 Behrawar Saeed and Sohrab Khan Khoso Sahib. Yes, Behrawar Saeed Sahib.

Privilege Motions

ii) Re: Release of Development Funds for 1992-93

Akhunzada Behrawar Saeed: I beg to move that the proceedings of the House may be stopped and the following privilege motion may be taken into consideration.

That the Federal Government had undertaken to release my annual development funds for the year 1992-93 immediately after the general elections. As the elections are completed and I have submitted application for the release of the annual development funds but the

government is keeping mum. By this action of this government my privilege has been breached.

جناب چیئرمین: سہراب خان کھوسو صاحب آپ بھی پڑھ دیں-

Mir Sohrab Khan Khosa : I beg to move that my privilege as Senator and that of the House has been breached by the stoppage of funds for "Tameer-e-Watan" schemes for the year 1992-93, although the schemes has already been approved.

Moreover, the fund for 1993-94 has not been allocated for the Senators, but the funds for MNAs has already been allocated/released for the year 1993-94.

By this decision of the Federal Government a clear breach of privilege and I move that the issue may be referred to the Committee for examination and report.

جناب چیئرمین: جی جناب ڈاکٹر شیر افگن صاحب-

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی : جی جناب چیئرمین! اس کا reason مجھے پتہ ہے میں بتلا دیتا ہوں- وجہ یہ تھی کہ honourable Senators knows یہ جب الیکشن ہو رہا تھا تو جو سینٹر اس میں حصہ لینا چاہتے تھے ان پر تو اس وقت کی حکومت نے یہ پابندی لگا دی تھی کہ اس کو وہ فنڈز نہیں ملیں گے تو اس بنیاد پر یہ ساری صورتحال پیدا ہوگئی ہے اب بات یہ ہے کہ اس وقت تو انہوں نے الیکشن میں حصہ لیا اور اس شرط کو مانا-

اب جبکہ کچھ معزز رکن، قومی اسمبلی کے رکن ہوگئے ہیں لیکن جو نہیں ہو سکے اب یہ مسئلہ اٹھ گیا ہے کہ وہ شرط صحیح نہیں تھی اور یہ استحقاق جو ہے وہ مجروح ہوا ہے۔ آپ بہتر جانتے ہیں کہ ایک قانون کو جب انہوں نے تسلیم کر لیا تھا، ایک اصول کو مان لیا تھا تو اب اس سے کیا یہ انحراف یہ حق ان کو دوبارہ دلا سکتا ہے؟ یہ بات سوچنے کی ہے۔

جناب چیئرمین: اس مسئلے پر پہلے بھی بات ہوئی تھی۔ وزیر صاحب نے کہا تھا کہ میں اس پر تفصیلی بیان دوں گا کہ کیا پالیسی ہے؟

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: جناب ابھی تو پریس والے باہر ہیں لاء منسٹر صاحب ان کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ جب آجائیں گے ......

جناب چیئرمین: تو ٹھیک ہے جب وہ آجائیں گے تو بات سن لیں گئے۔ فی الحال اسے ڈیفر کرتے ہیں۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: ٹھیک ہے جی۔

جناب چیئرمین: کیونکہ یہ مسئلہ پہلے بھی آچکا ہے جی۔

Adjournment Motions

جناب چیئرمین: ایڈجرنمنٹ موشن پروفیسر خورشید احمد۔ جی بشیر مٹہ صاحب۔

Mr. Basheer Ahmad Matta: Sir, we had submitted an adjournment motion. It was really concerning a very serious matter and it had come on the agenda the previous day, but it could not be

taken up. So, I would request that this matter be taken up today.

Mr. Chairman: Which one is this?

Mr. Basheer Ahmad Matta: This is 27.

Mr. Chairman: That is there. We are coming to it.

Mr. Basheer Ahmad Matta: But I don't know whether we will come to it or not. Sir, that is what I want to assure. Because previously also it was on the agenda but it did not come up.

Mr. Chairman: What should we do? You see three requests are there for taking the adjournment motions out of turn.

(مداخلت)

جناب چیئرمین: ایک منٹ جی ایک منٹ جی۔ اس وقت دو ایڈجرنمنٹ موشنز ہماری پاس ریگولر لگے ہوئے ہیں۔ اور تین ہیں آوٹ آف ٹرن۔ تو اس میں آپ کی بھی ایک ہے۔ ایک چوہدری شجاعت حسین صاحب کی ہے۔ دو آپ کی ہیں اور ایک دوسری ہے اور ایک تیسری چوہدری شجاعت حسین صاحب کی تو اس کو کیسے handle کیا جائے؟

جناب شہزاد گل: جناب چیئرمین! ہر ایک ممبر کا حق ہے کہ وہ تحریک التواء لائے یا جس طرح وہ نمبر پر آیا ہے اسی ترتیب سے آ جائے۔ لیکن ایک شخص کی دس تحاریک التوا ہیں اور وہی دس پہلے آگئی ہوں اور وہ لگ جاتی ہیں اور دوسرے ممبران کی بعد

میں آتی ہیں اور پھر سیشن ختم ہو جاتا ہے لیکن ان کا نمبر نہیں آتا ۔ تو بہت مشکل ہوگا صرف ایک یا دو اشخاص کی اگرچہ ہم ان کی قدر کرتے ہیں کہ وہ ملکی مسائل پر نظر رکھتے ہیں۔ لیکن کوئی distribution ہو کہ ہر ایک ممبر کی ایک ہفتے میں تحریک التواء تو آجائے۔

جناب چیئرمین: اس وقت جو قاعدہ، قانون اور روایات پچھلے کئی سالوں سے چل رہی ہے وہ یہ ہے کہ ایڈجرنمنٹ موشن کو ہم اس ترتیب سے لیتے ہیں جس ترتیب سے وہ ہمارے پاس آتی ہیں اس پر نمبر بھی لگے ہوتے ہیں اگر out of turn لینا ہو تو ہاؤس سے اجازت لیکر، رول کو معطل کر کے take up کرنی پڑتی ہے۔ ویسے نہیں ہو سکتا۔ تو اب میرے لئے وقت تو یہ ہے کہ تین out of turn کی requests ہیں تو پہلے کون سی لی جائے۔ جی رضا ربانی صاحب۔

Mian Raza Rabbani: Sir, I may have a solution to your problem. I would like to refer you to Rule 28. Sir, it is page 16 "Notwithstanding anything contained in Rule 24 or Rule 26, any Private Members, business which has been commenced shall be set down for the next day allotted to business of that class and shall have precedence over all other business set down for that day". Now, Mr. Chairman I would like to draw your attention to the Order Of The Day and in the Order Of The Day listed as item No.7 is a commenced motion under Rule 194 which was moved by Prof. Khurshid Ahmed on the last Private Members' Day. I think that will have precedence over the other business.

چوہدری شجاعت حسین: جناب والا! تین تحاریک التواء ایسی ہیں جو تقریباً ایک ہی subject کے اوپر ہیں تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ ان کو club کر دیں۔

جناب چیئرمین: یہ تین کونسی ہیں؟

چوہدری شجاعت حسین: یہ اسلام آباد، پشاور موٹر وے کے اوپر۔ اگر ان کو club کر لیا جائے اور سب کو بولنے کا موقع دے دیں تو شاید یہ مسئلہ حل ہو جائے۔

جناب چیئرمین: چوہدری صاحب! آپ کا نام دونوں میں آ رہا ہے یہ موٹر وے اور transportation of goods to Afghanistan ان دونوں میں سے آپ کونسی چاہیں گے؟

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: جناب چیئرمین! اس طریقہ کار سے سارا سلسلہ خراب ہو جائے گا کیونکہ رولز آف پروسیجر اسی لئے فریم کئے گئے ہیں اور یہ طریقہ کار ایک مسلمہ اور مصدقہ ہے اس طریقہ سے انفرادی سطح پر یا کبھی اس کے لئے بھی میرا خیال ہے کہ نوٹس وغیرہ کی بات ہے تو اس طریقہ سے جو تیاری گورنمنٹ کرتی ہے یہ interrupt ہو جائے گی اور کوئی کام بھی نہیں ہو سکے گا۔ میری گزارش یہ ہے کہ رولز آف پروسیجر کے تحت جو کچھ ہے اس طریقہ کار کے مطابق آپ اس بزنس کو فلور پر لائیں.....

جناب چیئرمین: اسی کے تحت لا رہے ہیں۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: نہیں جناب اس میں بات یہ ہے کہ اب ایک صورت حال جو میں نے دیکھی ہے۔ اس وقت ایشو یہ ہے کہ معزز ممبر نے کہا کہ ہماری بڑی اہم تحاریک التواء ہے اور وہ اس فلور پر پہلے آنی چاہیئے۔ دوسرے اراکین سینٹ جنہوں نے دے رکھی ہیں ان کو آپ بعد میں لے جائیں۔ اب میرے خیال کے مطابق ان کی importance کے بارے میں صورتحال اس وقت واضح ہوگی۔ جب وہ discuss ہوگی۔ میں سمجھتا ہوں جس بھی تحریک التواء کا آپ کو نوٹس ملتا ہے۔ تو وہ اس پوائنٹ آف ویو سے

ایڈمٹ کر پاتے ہیں۔ یہ تعین تو ہو ہی نہیں سکتا تاوقتیکہ ان کو ترتیب سے یہاں پر لایا نہ جائے اس کے بعد آپ کو یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ جو پہلے آئی ہوئی ہیں وہ ساری بے کار ہیں۔ وہ significant نہیں ہو سکتیں۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحب پہلے کئی سالوں سے ہماری جو پریکٹس رہی ہے وہ یہ ہے کہ ہم رول کے مطابق یہ کرتے ہیں کہ جو تحریک التواء پہلے آتی ہے ہمارے پاس وہ پہلے لگا لیتے ہیں۔ لیکن اگر کسی تحریک التواء کا نمبر نہیں آ رہا تو پھر رولز suspend کر کے اس کو لینے کا ہاؤس کو اختیار ہے۔ یعنی رولز کے مطابق suspend بھی ہو سکتا ہے وہ ہم ہاؤس کو put کر دیتے ہیں۔ ہاؤس فیصلہ کرتا ہے یہ ہم لوگ آج سے نہیں پچھلے کئی سالوں سے اس پر عمل کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: یہ بات آپ کی صحیح ہے لیکن اس طریقہ کار سے کہ بغیر پروسیجر کو adopt کئے کہ فلاں زیادہ ضروری ہے۔

جناب چیئرمین: یہ بھی تو پروسیجر ہے۔ rule 236 is also a rule of the House اس کے تحت ہاؤس کو اختیار ہے، مجھے اختیار نہیں ہے۔ یعنی مجھے اختیار یہ ہے کہ جس ترتیب سے ایڈجرنمنٹ موشن آتی ہیں۔ اس ترتیب سے میں لگاؤں ہاؤس کو اختیار ہے کہ وہ ترتیب بدل دے۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: میری چیئر سے humble submission یہی رہے گی کہ ترتیب لے آئیں، اس طرح ایک تو وہ آسکیں گی اور صحیح صورتحال سے اس پر بحث ہو سکے گی۔ اور اس پر ردعمل جو ہونگے وہ صحیح اور معقول ہونگے کیونکہ فوری طور پر اگر ایک چیز un-known ہے اگر وہ لائی جاتی ہے تو اس کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ہیں منسٹری نے تیاری نہیں کی اور جس منسٹر یا ممبر نے جواب دینا ہے۔ اس کے پاس مٹیریل نہیں ہے تو میرا خیال ہے کہ یہ ایک بدمزگی سی ہوگی اور صورت حال زیادہ خراب ہو جائے

گی۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحب وہ تو یہ ہے کہ جب یہ مسئلہ آئے۔ تو آپ request کر سکتے ہیں کہ جی میں تیار نہیں ہوں۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: نہیں جناب آپ contemplate inview کر سکتے ہیں۔ آپ بڑے زیرک ہیں۔ آپ سمجھتے ہیں۔

جناب چیئرمین: آپ جو بات کر رہے ہیں۔ وہ میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ پچھلے کئی سالوں سے یہ ایک پروسیجر ہے آج سے نہیں ہے تو پہلے جو لگی ہوئی ہیں وہ تو ٹیک اپ کر لیں۔ پھر اس کے بعد آتی ہیں جو آؤٹ آف ٹرن والی لینی ہیں پہلے جو لگی ہوئی ہیں آن دی ریکارڈ۔ ایک منٹ چوہدری صاحب میں ذرا بات کر لوں۔

جناب بشیر احمد مٹہ: آپ اپنے پوائنٹ آف ویو سے ٹھیک کہہ رہے ہیں۔

But, he does not know about these things. He is no more Minister for Parliamentary Affairs. The Minister of Parliamentary Affairs would know about this because he must have been served the notice of the adjournment motion.

Mr. Chairman: Let the Minister concerned cpme, then we will take it up.

جناب شہزاد گل : جناب والا! یہ ہے کہ قاعدہ 236 کے ذیلی قاعدہ کو suspend کیا جائے اور قاعدہ 79 کو suspend کیا جائے ہم پروفیسر صاحب کو request

کرتے ہیں کہ وہ تعاون کریں اور ہماری جو request مان لیں۔

جناب چیئرمین: پروفیسر صاحب۔

پروفیسر خورشید احمد: پہلی بات تو یہ ہے یعنی اصولاً جو بات جناب شیر افگن صاحب نے کہی ہے وہ صحیح ہے اور ترجیح اسی کو ہونی چاہیئے کہ ہم رولز کے مطابق ترتیب سے چلیں اور یہ ترتیب جو ہے یہ arbitrary نہیں ہے۔ ہر ممبر کے لئے دروازہ کھلا ہے جب بھی کوئی اہم مسئلہ درپیش ہو وہ اس کی طرف دلیل بھی دے سکتا ہے۔ اور میرے کہنے پر یہ آرڈر نہیں بنتا ہے اور آرڈر بنتا ہے اس کے مطابق جس کے تحت ان کے پاس تحریکات پہنچتی ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ کا کہنا بالکل صحیح ہے کہ ماضی میں ہم نے یہ کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایوان کا حق ہے کہ جب بھی وہ یہ محسوس کرے کہ کوئی اہم مسئلہ ہے تو اسے آؤٹ آف ٹرن بھی لیا جا سکتا ہے اور کیونکہ میرے بھائیوں نے اس بات کی درخواست کی ہے میں صرف ان کے احترام میں اس کے لئے تیار ہوں کہ میری تحریک next working day پر لی جائے ان کی تحریک کو آج لے لیا جائے لیکن یہ چیز مثال نہیں بنے گی اور جو قاعدہ ہے اس کے مطابق چلنا چاہیئے۔ آخری بات یہ عرض کرونگا کہ بالعموم پارلیمنٹ میں یہ طریقہ ہوتا ہے کہ اگر کسی تحریک کو آؤٹ آف دی ٹرن لینا ہے تو وہ وقت سے پہلے محرک متعلقہ افراد سے بات کر لیتا ہے۔ خود گورنمنٹ سے بھی بات کر لیتا ہے کہ یہ اہم مسئلہ ہے۔ فلاں کی تحریک آرہی ہے ہم چاہتے ہیں یہ نہ لیں یہ لے لیں۔ اس طرح سے ہم ایک دوسرے سے ریکوئسٹ کر لیتے ہیں۔ ورنہ بدمزگی ہوگی جس طرح یہ معاملات چل رہے ہیں۔ لیکن میں اپنے دوستوں کے جذبات کے احترام میں اپنا ٹرن ان کو دیتا ہوں اور ان کی تحریک لے لی جائے۔

جناب چیئرمین: لیکن پہلے بھی یہی ہوتا رہا ہے پروفیسر صاحب کی اگر کوئی ایسی

request آتی ہے تو آپ ایجنڈے پر بھی لگا دیتے ہیں اور نوٹس بھی دے دیتے ہیں اور پھر باقاعدہ تحریک کے ذریعے ہاؤس میں put کیا جاتا ہے۔ ہاؤس اجازت دے دے تو وہ لے لیا جاتا ہے۔ نہ دے تو نہیں لیا جاتا۔ یہی پروسیجر رہا ہے۔ تو میں پھر بشیر مٹہ صاحب سے گزارش کروں گا کہ یہ پھر move کریں۔

for suspension of rule. So that adjournment motion No. 60 may be taken up out of turn.

Mr. Basheer Ahmad Matta: Sir, I move that the relevant rule may be suspended and adjournment motion No.60 may be taken out of turn.

Mr. Chairman: It has been moved by Mr. Bashir Ahmad Mata, under Rule 236 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate 1988, that the relevant rule be suspended to enable adjournment motion No.60 to be taken out of turn. Please read it.

(The motion was adopted)

Adjournment Motion

Re: Withdrawal of Powers of the N.W.F.P. Government to Issue Permits for Transportation of goods to Afghanistan.

Mr. Basheer Ahmed Matta: We seek leave of the House to move that the normal proceedings of the Senate be adjourned to

discuss the decision of the Federal Government of withdrawing the powers of the N.W.F.P. Government to issue permits for the transportation of goods to Afghanistan. This is a trespass upon the rights of the N.W.F.P. It is, therefore, a matter of high public concern.

Rules may also be suspended to take up the motion for discussion immediately.

جناب چیئرمین: اس کی تائید آپ بھی کرتے ہیں۔ کیوں بہرہ ور سعید صاحب، ڈاکٹر ریحان صاحب، یہ سپورٹ کرتے ہیں۔ شہزاد گل صاحب۔ آپ بھی سپورٹ کرتے ہیں۔ جی جناب وزیر صاحب۔ Is it being opposed?

Syed Iqbal Haider: Opposed.

جناب چیئرمین: جی فرمائیے بشیر احمد مٹہ صاحب۔

Mr. Basheer Ahmad Matta: Sir, I will make a brief statement as are the rules for such a discussion. Sir, the first *thing prima facie*, on the face of it, it is a clear infringement of the rights of the provinces. It is a trespass on the concept of provincial autonomy, which is enshrined in the Constitution. Why is it so, I will come to that immediately. Sir, this practice of issuing permits of transportation of goods to Afghanistan was in vogue for many years past. And it has been working efficiently and to the satisfaction of the governments, both at the centre and the province (NWFP) of this

country. I don't understand why the need arose for changing this procedure now. The reason is clear. As you would recall Sir, that it has been, although another tradition has been referred to on the floor of this House, I don't want to discuss that, a firm tradition of this party, unfortunately, whenever the Peoples Party comes into power, it dosen't tolerate those parties which are other than the People Party and which have formed governments. I don't want to go into the history, because it is not the occasion for that. When we will hold a full discussion on this subject, then I will come to that. But this is a bent of mind which is very unfortunate, that on the one hand the Peoples Party claims that they want to promote democratic tradition in this country, but on the other hand they are extremely intolerant, not only of opposition but of those governments which want to have a positive policy on all national issues, but which come from other parties than the Peoples Party. So, in accordance with their tradition now they have curbed the powers of NWFP government, because the NWFP Government is a non-PPP government. If it had been a government which toed the line of the PPP which is sitting in the Centre, then the centre would have given it more powers. So it is a malafide and prejudicial act.

It is a matter of great concern because you know Sir that if essential goods are transported to Afghanistan then the most affected will be the people of the Frontier. It is there need which should be taken into consideration first before sparing something for Afghanistan.

Now, the Government in NWFP precisely for that purpose; has to look after the interest of their people and also, if there is need in Afghanistan who are our brothers in so many capacities, we would like to transport goods to them but only those goods which can be spared by our people. Sir, you would recall that Frontier is the province which has born the bount of Afghan war through out these years; many losses have been sustained by the people of NWFP, material, physical, spiritual and physicological.

Now, one would have expected that the Central Government would reward the people of NWFP for under-going so many sacrifices. These sacrifices were made under a policy which was formulated at the centre even then we were opposed to such a policy, but willy nilly, the Frontier was subjected to the mal effects of those policies. We had expected that the Centre will now compensate the people of the frontier for under-going those sacrifices but the whole matter is moving in reverse. Now they are subjecting the people of Frontier to other severe burdens which are uncalled for and unjustified. Sir, that this is a matter of public concern is indicated by the resolution which has been passed by the representative Assembly of the NWFP recently. There the resolution was moved and the majority condemned this act of the Central Government. I, therefore, request, Sir, that a full-fledged discussion should be held on this matter of very high national importance and of great concern to the people of the NWFP. Thank you very much.

جناب چیئرمین: جناب مندوخیل صاحب کیا اور کوئی بات ہے یا کہ یہی؟ جی فرمایئے۔ صرف ایڈمیسبلٹی پر بات کرنی ہے اس وقت۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: بسم اللہ الرحمان الرحیم۔ جناب ہم تو سمجھے تھے کہ ہر بات میں مینہ برسے گا۔ "آئی جو برسات تو برسات نے منہ موڑ لیا" جناب چیئرمین! ہمیں یہ توقع تھی کہ ایسی گورنمنٹ جو ہمیشہ یہ کہتی رہی ہے کہ یہ عوام کے دل میں ہے۔ عوام کے فائدے کے لئے ہے۔ عوام سے ہے۔ وہ ضرور ایسا قدم اٹھائے گی جس سے مرکز اور صوبوں میں تلخی پیدا نہ ہو بلکہ پیار بڑھے۔ مگر حسب دستور جب سے اس پارٹی کی حکومت آئی ہے انہوں نے صوبوں کو چھیڑنا شروع کر دیا اور اب یہ شروع ہے۔ اس کے بڑے دوررس نتائج ہیں۔ یہ جو پرمٹ جاری ہوتے ہیں۔ اب مرکز سے کتنے لوگوں کو جاری ہوئے ہیں۔ وہ کون جیالے ہوں گے ان کے کون پیارے ہوں گے۔ یہ اور بات ہے۔ لیکن جو سٹاک صوبہ سرحد میں ہے، غلے کا، گھی کا اور چیزوں کا اس کا علم صرف صوبہ سرحد کی حکومت کو زیادہ ہے مرکز کے مقابلے میں۔ اس لئے جو پرمٹ مرکزی حکومت جاری کریگی اپنے پیاروں کو اس کا بوجھ صوبہ سرحد کے عوام پر پڑے گا۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ یہ ایسا معاملہ ہے کہ پچھلی حکومت نے اس میں کوئی مداخلت نہیں کی، مگر جب یہ حکومت آئی تو ہر اس چیز کو جو پہلی حکومت نے رائج کی ہے یہ اس کو اس لئے condomn کرتی ہے کیونکہ یہ اس گورنمنٹ نے کیا ہے۔ لہٰذا جناب یہ ایک بہت اہم مسئلہ ہے اس کے ساتھ عوام کی جو تجارت ہے، وہ جو تجارت پیشہ عوام ہیں ان پر بھی اس کے بڑے برے اثرات پڑیں گے یہ ایک ایسا ایکشن ہے جو اس حکومت نے آنے کے بعد کیا ہے۔ یہ بالکل recent ہے۔ یہ تو تحریک التوا میں ہے مگر میں آپ کو بتاؤں کہ اگر اس حکومت نے یہ پالیسی جاری رکھی جو ان کی پچھلی حکومت میں تھی تو صوبہ سرحد میں، اب صوبہ سرحد وہ صوبہ سرحد نہیں ہے صوبہ سرحد کے بارڈر بہت آگے بڑھے ہیں، اس کے ساتھ 6 اور مسلم ریاستیں آتی ہیں۔ ان کا ایک راستہ کابل سے جا رہا ہے۔ بہت قربانیاں ان لوگوں نے دی ہیں، بڑی تکالیف برداشت کیں ہیں ان لوگوں نے بڑے بوجھ اٹھائے ہیں مہاجروں کے اور لوگوں کے

اس کا مزید امتحان لینا نہیں چاہیئے اگر یہ حکومت چاہتی ہے کہ امتحان لے، تو بڑے شوق سے ہم تیار ہیں۔ میری عرض یہ جناب کہ اس کو آپ admit کریں تاکہ اس پر مزید بحث ہو سکے میں نے اور بھی بہت کچھ کہنا ہے۔

جناب چیئرمین: جی شکریہ جی جناب ڈاکٹر ریحان صاحب۔

Dr. Muhammad Rehan: Sir, I do also agree with Senator Behrawar Saeed and Bashir Matta. Thank you Sir,

جناب چیئرمین: جناب شہزاد گل صاحب۔

جناب شہزاد گل: جناب والا! جو باتیں میرے ساتھیوں نے ابھی کی ہیں میں دہرانا نہیں چاہتا لیکن بعض حقائق ہاؤس کے سامنے لانا چاہوں گا توقع تھی کہ پیپلز پارٹی والے جب دوبارہ حکومت میں آئیں گے تو یہ وہ غلطیاں نہیں دہرائیں گے جو انہوں نے اپنے پہلے دور میں کی ہیں، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہ انہی غلط راستوں پر گامزن ہیں اور عادت سے مجبور ہیں اور وہی کچھ کر رہے جو انہیں نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ جناب والا! تقسیم ملک سے پہلے افغانستان کو صوبائی حکومت کے ذریعے ہی مال جاتا تھا اس کے لئے پرمٹ صوبائی حکومت ہی جاری کرتی تھی انگریزوں کے وقت اور تقسیم ہند کے بعد بھی یہی طریق کار رہا ابھی ہمارے وزیر داخلہ صاحب نے جو بندش لگائی ہے اور صوبائی حکومت کا حق چھین کر اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کی ہے، 46 سال سے یہ حق صوبائی حکومت استعمال کرتی چلی آئی ہے، جناب والا! اب ان کو کیا خیال آیا کہ صوبائی حکومت سے یہ حق چھین کر مرکزی حکومت کو دیا جائے۔ 1972ء سے 1977ء تک مرحوم بھٹو صاحب کی حکومت یہاں پر تھی لیکن اس وقت صوبہ سرحد میں بھی حیات شیر پاؤ اور عنایت اللہ گنڈا پور کی حکومت تھی، مرکز میں بھی پیپلز پارٹی کی اور صوبے میں بھی پیپلز پارٹی کی حکومت تھی تو بھٹو صاحب نے بھی صوبہ سرحد سے یہ اختیار نہیں لیا تھا، حالانکہ وہ اختیار لینے کے بڑے شوقین تھے کہ ہر طرف

سے وہ اختیار لیں اور مرکز کو مضبوط سے مضبوط تر بنائیں۔

جناب چیئرمین: آپ admissibility پر آئیں۔

جناب شہزاد گل: میں گزارش کر رہا ہوں کہ جو باتیں میں لانا چاہتا ہوں اس کے ساتھ متعلق ہیں۔

جناب چیئرمین: آپ تاریخ بیان کر رہے ہیں اب آپ بتائیں کہ یہ تحریک التواء admissible کیسے ہے؟

جناب شہزاد گل: وزیر داخلہ صاحب نے کہا ہے کہ ......

جناب چیئرمین: وہ جب کہیں گے تو تب بات ہوگی ابھی تو انہوں نے کچھ نہیں کیا۔

جناب شہزاد گل : پریس میں ان کا بیان آیا ہے جی۔

جناب چیئرمین: پریس سے اگر مسئلہ حل ہوتا ہے تو پھر یہاں کیوں لائے ہیں۔

جناب شہزاد گل: وہ اس بات کی آڑ لے رہے ہیں کیونکہ تجارت و صنعت مرکزی subjects ہیں۔

جناب چیئرمین: دیکھیں جی وہ کیا کہتے ہیں؟ وہ میں سنوں گا، مجھے تو کچھ پتہ نہیں ہے کہ کیا کہیں گے، آپ اپنی بات کریں۔

جناب شہزاد گل: ہاؤس کے سامنے وہ باتیں لانا ضروری ہیں۔

جناب چیئرمین: وہ لائیں گے ان سے میں پوچھونگا تو وہ لائیں گے۔ آپ لا رہے ہیں ان کا جواب دیں گے۔

جناب شہزاد گل: ہم نے جو تحریک التواء پیش کی ہے اس کی وضاحت کر رہا ہوں۔

جناب چیئرمین: آپ اپنا مدعا بیان کریں گے یہ admissible کیسے ہے تو پھر وہ جواب دیں گے۔

جناب شہزاد گل: یہی تو باتیں ہیں کیونکہ یہ اس تجارت کے زمرے میں نہیں آتا۔ یہ ایکسپورٹ بھی نہیں ہے اور نہ یہ تجارت کے زمرے میں آتا ہے کہ یہ آئین کے تحت مرکزی حکومت کا حق بنے۔ آئین کی Federal List میں ہے، 27 نمبر پر ہے کہ trade اور کامرس جو ہیں یہ مرکزی حکومت کا حق ہے لیکن افغانستان کے ساتھ ایسا کوئی تجارتی معاہدہ نہیں ہے جس کے تحت مرکزی حکومت پرمٹ جاری کرے اور افغانستان کو مال ایکسپورٹ کیا جائے۔ اس کے علاوہ جب ایکسپورٹ ہوتی ہے تو اس کے لئے بھی تجارت کی کوئی حد متعین ہوگی، کوئی اس کے متعلق تحریر ہوگی، کوئی معاہدہ تحریر میں لایا جائیگا کہ دونوں ملکوں کے درمیان یہ تجارت ہوگی، وہ مال جائے گا وہ مال آئے گا۔ جو بھی ہو اب اس میں کوئی بھی نہیں ہے کہ کونسی چیز افغانستان کو جائے گی پرمٹ، گندم، چینی، گھی صوبہ سرحد سے 16 سال سے جس طرح بہرہ ور سعید صاحب نے کہا ہے کہ 16 سال سے 30 لاکھ افغان مہاجرین وہاں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ صوبہ سرحد کی معیشت کو وہ تباہ کر چکے تھے، درخت، شاہراہ، غلہ سب کچھ، اب بھی 15 لاکھ مہاجر وہاں پر ہیں، اب وہ یہ پرمٹ یہاں سے جاری کریں گے، یہ سیاسی رشوت کے طور پر صرف پیپلز پارٹی والوں کو جاری کریں گے، کیونکہ اس وقت سرحد میں مخالف سیاسی پارٹیوں کی حکومت ہے، یعنی محترمہ بے نظیر بھٹو نے اپنے 88ء سے 90ء کی حکومت کے دوران اس حق کو استعمال نہیں کیا تھا، کیونکہ وہاں پر آفتاب شیرپاؤ کی حکومت

تھی، جب مرکز اور صوبے میں ایک ہی پارٹی کی حکومت ہوتی ہے تو ان کو خیال نہیں آیا، لیکن اب وہاں پر مخالف سیاسی پارٹیوں کی حکومت بن گئی ہے تو اب ان سے وہ یہ اختیار لے رہے ہیں، صوبہ سرحد کی حکومت کو یہ پتہ ہو گا کہ صوبہ سرحد میں کتنا غلہ ہے، صوبہ سرحد میں کتنا سٹاک ہے، اور اگر صوبہ سرحد کی حکومت پرمٹ جاری کرتی ہے تو اپنی ضرورت سے زیادہ اشیاء یا اپنی ضرورت سے زیادہ غلہ کے متعلق وہ پرمٹ جاری کریں گے، ایسا نہ ہو کہ وہ بے دریغ پرمٹ جاری کریں اور اپنے صوبے کو کنگال بنا دیں اور اپنے عوام کو بھوکا مرنے دیں، اب یہ ہے کہ یہ اختیار واپس لینے سے صوبائی حکومت کو کمزور کیا جا رہا ہے۔ اور صوبائی حکومت کو ناکام کیا جا رہا ہے تا کہ وہ کسی صورت میں بھی کام نہ کر سکے، یعنی وہاں غلہ کی قلت ہو گی وہاں پر لوگ سڑکوں پر نکل آئیں گے، لوگ چلائیں گے، اور حکومت کے خلاف امن و امان کا مسئلہ بھی ہو گا، اسی طرح یہ ہے کہ ہم جب کوئی معاملہ اتنے عرصے تک چلے، یعنی 46 سال تک، تو یہ روایات اور custom بن جاتے ہیں اور وہ ایک قانون کی شکل اختیار کر لیتا ہے، تو وزیر داخلہ صاحب کو اسے انا کا مسئلہ نہیں بنانا چاہیئے اور جو روایات چلی آ رہی ہے اس پر عملدرآمد کرنا چاہیئے، صوبائی حکومت اگر وہاں پر ہے تو وہ اگر مناسب سمجھے، یہ نہیں کہ وہ بے دریغ پرمٹ جاری کریں، اگر وہ مناسب سمجھیں تو صوبائی حکومت ہی پرمٹ جاری کرے۔ اگر یہ نہیں کرتے ہیں تو یہ ڈائریکٹ صوبائی خود مختاری میں مداخلت کے مترادف ہے اور یہ پیپلز پارٹی اپنی روایات کے مطابق زیادہ سے زیادہ اور مضبوط مرکز کی طرف گامزن ہے، اور مضبوط مرکز کے لئے جو بھی وہ چاہے گی کرے گی۔

اب دوسری بات جناب والا! یہ جو بھی پرمٹ اور غلہ جائے گا، یا جو بھی دوسری خوردنی اشیاء جائیں گی افغانستان وہ پنجاب سے نہیں جائیں گی، وہ سندھ سے نہیں جائیں گی،

وہ بلوچستان سے نہیں جائیں گی، جائیں گی تو صرف صوبہ سرحد سے، اس طرح اگر بلوچستان سے بھی جائیں گی تو ان کے بھی بارڈر پر ہے۔ تو اس کا اثر سرحد پر یا بلوچستان پر پڑے گا، پنجاب اور سندھ پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ تو یہ ہے کہ ایسے حالات پیدا ہوں گے کہ یہ صوبائی حکومت ناکام ہو گی، اور صوبائی حکومت جو ہے وہ کوئی کام نہیں کر سکے گی، اور وہ اپنے عوام کی بہتر خدمت نہیں کر سکے گی، اور عوام کے لئے غلے کی قلت پیدا ہو گی، اب جناب والا! اس میں شک نہیں کہ آئین میں آرٹیکل 149 ,148 میں ہے کہ مرکزی حکومت بھی صوبائی حکومت کو ڈائریکشن دے سکتی ہے۔ فیڈرل گورنمنٹ اور صوبائی گورنمنٹ کے اختیارات کی تقسیم جو ہے، اس میں ڈائریکٹ فیڈرل گورنمنٹ اپنا اختیار استعمال نہیں کر سکتی، اگر وفاقی حکومت چاہے تو ڈائریکشن دے سکتی ہے صوبائی حکومت کو کہ صوبائی حکومت پرمٹ جاری کرے، یعنی اتنے پرمٹ جاری کرے، اتنے غلے کے لئے، اتنے گھی کے لئے یا اتنی اشیاء کے لئے یا جتنے بھی ہوں۔ تو یہ ڈائریکشن دے سکتے ہیں، ڈائریکٹ اپنے پاس یہ اختیار نہیں رکھ سکتے، میری یہی گزارش ہے کہ یہ اس آرٹیکل 148 اور 149 کی بھی نفی ہے، کیونکہ ڈائریکشن کی بجائے انہوں نے اختیار لے لیا ہے، بجائے اس کے کہ یہ ڈائریکشن دیتے، براہ راست انہوں نے اختیار اپنے پاس لے لیا ہے۔ تو یہ بھی صوبائی حکومت کے اختیارات پر تجاوز ہے، اور یہ مناسب نہیں ہے کہ یہ اس قسم کے اختیارات استعمال کریں۔

جناب والا! ایک دوسری بات جس کا خدشہ ہے، کلاشنکوف کلچر پاکستان میں رائج ہے، یہیں سے غلہ جاتا ہے، پھر کہتے ہیں کہ بوسنیا کو خوراک نہیں جانے دیتے کیونکہ خوراک کے غلے میں اسلحہ جاتا ہے، اب اس میں اسلحہ جائے گا اور ادھر سے افیون آئے گی، ادھر سے ہیروئن آئے گی، اس قسم کی ڈائریکٹ صوبائی حکومت کے اختیارات اور صوبائی حکومت کے علم کے بغیر افغانستان اور مرکز کے درمیان ایک قسم کا وہ لین دین ہو گا جس سے صوبہ سرحد میں لاء اینڈ آرڈر کے مسائل پیدا ہوں گے۔ یہ کسی طرح سے بھی مناسب نہیں ہے، یہ صوبائی حکومت کے ساتھ confrontation پیدا نہ کریں، کیونکہ صوبائی حکومت نے بھاری اکثریت سے ریزولیوشن پاس کی ہے وزیر داخلہ صاحب نے اسے یکسر مسترد کر دیا ہے کہ ہم نہیں مانتے، اب ہونا یہ چاہیئے کہ صوبائی حکومت اور مرکز کے درمیان اچھے تعلقات ہوں تا

کہ حکومت مستحکم ہو، جمہوریت مستحکم ہو، اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ اپنی آئینی میعاد پوری کریں، مستحکم ہوں، لیکن ابھی سے صوبہ سرحد کی حکومت کے ساتھ confrrontation انہوں نے پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، یہ مناسب نہیں ہے۔ اس پر بہت کچھ کہا جا سکتا ہے، اسے ایڈمٹ کیا جائے اور اس پر مکمل بحث کی جائے تا کہ سارے اراکین کو اس مسئلے پر اور خصوصاً provincial autonomy کے معاملے میں اپنے خیالات کے اظہار کا موقع ملے۔

جناب چیئرمین : شکریہ جی آپ کس موضوع پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

ملک عبدالوحید : جناب میں اس سلسلے میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو ایڈجرنمنٹ موشن ہے صوبے کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، میں چونکہ ....

جناب چیئرمین : جی اس سلسلے میں وزیر صاحب کہیں گے----

ملک عبدالوحید: میں چونکہ فاٹا کا ممبر ہوں ------

جناب چیئرمین : دیکھیں قانون یہ ہے کہ جو movers ہیں وہ بات کرتے ہیں، یہ ابھی سے آپ نے بحث شروع کروا دی تو -----

(مداخلت)

جناب چیئرمین : دیکھیں آپ نے فرمایا ہے کہ آپ اس چیز پر بولنا چاہتے ہیں، میں آپ سے عرض کر رہا ہوں کہ اس ایڈجرنمنٹ موشن پر یا movers بولتے ہیں یا وزیر صاحب اور اگر یہ ایڈمٹ ہو جاتی ہے تو پھر سب کو اجازت ہو گی۔ جی جناب حافظ صاحب آپ کا بھی پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

حافظ حسین احمد : شکریہ چیئرمین صاحب! جناب چیئرمین میں آپ کی رولنگ چاہوں گا کہ اس ایوان میں رقعہ بازی کی اجازت ہے؟

جناب چیئرمین : جی اس میں کیا ممانعت ہے، اگر کوئی رقعہ لکھتا ہے -----

حافظ حسین احمد : میں یہ کہہ رہا ہوں کہ کیا کوئی کسی گیلری سے کسی سینٹ کے عملے کے فرد کو بلا سکتا ہے، پھر اسے رقعہ دے کر کسی رکن کے پاس بھیج سکتا ہے۔

جناب چیئرمین : یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے کہ اس پر آپ میری رولنگ لیں۔

حافظ حسین احمد : میں یہ گزارش کروں گا کہ گیلری میں وہاں پر انہوں نے رقعہ بھیجا اور اس کے بعد پھر اس کا جواب زبانی طور پر آیا، تو میں سمجھتا ہوں کہ رولز میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ رقعہ بازی کے لئے وہ باہر بلا لیں۔

جناب چیئرمین : جب یہ مسئلہ آئے گا تو پھر دیکھیں گے، ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے۔ جی جناب پروفیسر خورشید احمد صاحب۔

پروفیسر خورشید احمد : جناب میں صرف وزیر صاحب کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ فیڈرل لسٹ کے آرٹیکل 24 کو سامنے رکھیں، اس میں مرکز کا اختیار by air ہے by road جو ہے وہ صوبے کا ہے۔

جناب چیئرمین : جی جناب وزیر داخلہ صاحب۔

Maj. Gen. (Retd.) Naseerullah Khan Babar: First of all the adjournment motion which is about a member of the press. We

are all for the rights of both, of the people and the press. So, we would be last one to impose any curb or be a party to impose any curb on the freedom of the press. So, on the points they raised with me an action has been taken. All the three individuals have been suspended and removed from their posts and an inquiry has been instituted, to be undertaken by the S.S.P. Islamabad.

Now, about the second item, prof. Sahib, read item 24 very conveniently but if he looks at item 27 of the same schedule that is schedule No.4 item No.27 he will find that import and export across the custom borders the right is vested in the Federal Government any trade across the border. Now, certainly you can only agitate for a right which exists with you. You can not agitate for a right that is not available to you. The fact was that after 1992 when the Afghan Government was established, a government to Government arrangements came into being in which they said that their nominees would come here and then they would be given permits by a committee, composed of a member from the Foreign Office, from the Interior, from the Commerce Ministry. Because what happened is that we are importing both wheat and edible oil at a very high cost. Last June some days ago these very honourable members came up and said why are you spending so much money on the import of wheat? Is the NWFP self-sufficient in wheat? No, it has to depend on the rest of Pakistan. So, the wheat that they want to export illegally or unlawfully is at the expense of Pakistan. We spend hard earned foreign exchange to import

that wheat and edible oil.

Then, we also received a complaint from the all Pakistan Banaspiti manufacturers that sub-standard Banaspati, in the guise of trade was being sent across and the entire industry would get a bad name because some of the members from this honourable member's party have got this industry. They have got flour mills, they have got ghee industry and I said they would like to export these items. But what had passed to the nation we have to spend hard earned foreign exchange to get both palm oil and to get wheat from abroad. If they were self sufficient there would have been no objection.

Secondly, if any, objection should come it should come from the Afghan Government that we have not been fair. Thirdly that the Federal Government was not stopping any supply or interrupting any supplies from Punjab into the NWFP. If that was the issue, I would have also been with them. I would support them on provincial autonomy and state it is my right to obtain wheat from Punjab or from Sindh. But this was going across. Now, what about the FATA that is federally administered area. We have all the laws and all the local needs are met. We are stopping from throwing across the FATA. All the regulations are with the Federal government and that is all that we have done. We are not interfering in provincial autonomy at all. In fact, what we are trying to do is to serve a national cause and secondly, if a complaint comes from Afghan Government that they are

suffering then we will arrange. There are arrangements that the NGOs get these items, it is taken through the ISI. There are other agencies. When these people (Afghan refugies) were going back that is the time when we liberalized a little to enable these refugees to take back one hundred kilograms *of atta* and some money with them. That was the only source available to these people. It was misuse and I would request the Chair, to get the records from there. If I were to get them they would say it is all fake. It has all been tampered with. But if we get the record you would find that in the guise of NGOs a lot of people have been indulging in these permit issues and making money out of it and we cannot possibly give authority to do this.

Mr. Chairman: Minister Sahib the objection is that they are saying that this practice has been involved for the last so many years since 1947. Is that correct? You could say that this is a practice.

Maj. Gen. (Retd.) Naseerullah Khan Babar: This was never. If they want to legalize smuggling. Yes, but not on permits.

جناب چیئرمین: نہیں پرمٹ جو ایشو ہوتا ہے یعنی----
what I understood was that permits are issued for transporting your goods into Afghanistan.

Maj. Gen. (Retd.) Naseerullah Khan Babar: Mr. Chiarman, not to Afghanistan. The Political Agents used to issue

permits for their own tribal areas respective agencies for consumption in that agency. That is still being allowed. The Political Agents still issue the permits for all consumption within their respective agencies. As far as the trans border trade is concerned that has been always a federal subject, that is why we have an agreement with them even on transit trade. So, there has been no need for an agreement.

Mr. Chairman: You are saying that it was never a practice.

Maj. Gen. (Retd.) Naseerullah Khan Babar: It was never a practice. I have been Governor of that province. I know what that administration is. It has never been a practice.

Mr. Chairman: You are relying on Article 27, item 27; you said that it has always remained with the Federal Government and distinction

جو آپ کر رہے ہیں کہ اختیار تھا۔

That was only in respect of the ....

Maj. Gen. (Retd.) Naseerullah Khan Babar: It was only at the time of these return of refugees. It was being misused and (2) is that now we have a positive arrangement with the Afghan Government. They send us nomination that so and so is authorized to transport such and such items on our behalf. A committee at the federal government then sits there and looks at the domestic

availability and other things and then it is permitted.

Mr. Chairman: In this committee that you have formed in which there are representatives of the Provincial Government.

Maj. Gen. (Retd.) Naseerullah Khan Babar: No. Because it is a federal thing. It is being financed by the Federal government and it is essentially an arrangment between the Afghan Government and Pakistan Government. So, the Provincial Government does not come into it.

جناب چیئرمین: یہ جو کہ رہے ہیں۔

The other objection was that the province is better aware of the quantity available and they are in a position to assess the stocks available

تو آپ کے کوئی نمائندے نہیں ہیں۔

Maj. Gen. (Retd.) Naseerullah Khan Babar: How do they feed themselves. They are not even independent in their own province.....

(interruption)

جناب چیئرمین: بشیر مٹہ صاحب آپ تشریف رکھیں ان کی بات سن لیں۔

Maj. Gen. (Retd.) Naseerullah Khan Babar: I said the NWFP Province is not self sufficient in food. It has to depend on Federal Government. It has to depend on Punjab. It has to depend on imports from Sindh. Similarly for palm oil we have to get it from Malaysia and other countries for which we spend foreign exchange. So, it has to be controlled. Tomorrow if Punjab decides to send items into East Punjab would they be allowed? Would they accept that? Can you allow such free trade across the frontier at the cost of your own foreign exchange?

جناب چیئرمین: آپ چار اراکین اب پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہیں میں باری باری پوائنٹ آف آرڈر سنتا ہوں۔ جناب چوہدری شجاعت حسین صاحب آپ کا پوائنٹ آف آرڈر کیا ہے۔

چوہدری شجاعت حسین : جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ میں تو اس پر بولنا چاہتا تھا۔

جناب چیئرمین: نہیں اس پر تو آپ بول نہیں سکتے یہ آپ کا موشن نہیں ہے۔

چوہدری شجاعت حسین: لیکن میں یہ کہنا چاہوں گا کہ وزیر داخلہ جو ہیں یہ حقائق کو بڑھا چڑھا کر توڑ موڑ کر پیش کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: چوہدری صاحب آپ انہیں بات کرنے دیں۔

چوہدری شجاعت حسین: میں ہاؤس کے لئے تھوڑی سی وضاحت کرنا چاہوں گا جناب۔

جناب چیئرمین: mover کو کہنے دیں میرا خیال ہے یہ مناسب نہیں ہوگا کہ جنرل ڈسکشن شروع ہو جائے۔ آپ کا کیا پوائنٹ آف آرڈر ہے آغا صاحب۔

انجنیئر سید محمد فضل آغا: میں تھوڑی سی بات ریکارڈ کی تصحیح کے لئے کرنا چاہتا ہوں باقی ایشو پر جیسے آپ نے فرمایا ڈیبیٹ ہوگی۔ لیکن بات یہ ہے کہ گزشتہ ادوار میں پچھلے بارہ پندرہ سالوں تک صوبائی حکومت کا ہوم ڈیپارٹمنٹ یہ پرمٹ ایشو کرتا تھا اور اس کی کاپی فرنٹیئر کانسٹیبلری جو ہے......

جناب چیئرمین: وزیر داخلہ صاحب گورنر بھی رہے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایسا کبھی بھی نہیں ہوا۔

Engr. Syed Muhammad Fazal Agha: I am stating with authority. You can check it from both the provinces because this was the Home Department who used to issue such permits. This was the practice in the past. I wanted to put the record straight.

جناب چیئرمین: وہ تصحیح کرنا چاہ رہے تھے کس چیز کی جی فرمائیں چوہدری شجاعت حسین صاحب۔

چوہدری شجاعت حسین: میں صرف یہ کہنا چاہوں گا کہ وزیر داخلہ بات درست نہیں کہہ رہے پچھلے دور حکومت میں بھی یہ مسئلہ سامنے آیا تھا۔ اگر وہ گورنر تھے تو میں بھی وزیر داخلہ تھا۔ اس وقت جب یہ سامنے مسئلہ آیا تھا اس وقت بھی اس طرح کی

میٹنگ ہوئی تھی جس طریقے سے وہ فرما رہے ہیں اس میں صوبائی محکمے تھے آرمی کے محکمے بھی تھے لیکن وہاں پر فیصلہ ہوا تھا کہ صوبائی گورنمنٹ چونکہ زیادہ اچھے طریقے سے مانٹیر کر سکتی ہے کہ کتنی خوراک جائے کتنی نہ جائے اور کس طریقے سے جائے تو یہ تمام اختیارات صوبائی حکومت کو دے دیئے گئے تھے کہ وہ وہاں پر ہی یہ ایشو کیا کرے اور اس کو certify کیا کرے آرمی کا یا ایس آئی ایس کا آدمی وہاں پر بیٹھ کر اس کو certify کرے اور یہ small goods وہاں جائیں جناب والا! یہ تمام چیزیں جو کی جا رہی ہیں یہ صرف لوگوں کو نوازنے کے لئے اور افغانستان کی حکومت کو بلیک میل کرنے کے لئے کی جا رہی ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اس وقت ان کی خوراک روکی جائے تاکہ انہیں بلیک میل کیا جائے- جناب والا! وہاں پر لوگ مر رہے ہیں اور یہ خوراک ......

جناب چیئرمین: آپ ان چیزوں پر جا رہے ہیں جو فی الحال اس ڈیبیٹ کے سکوپ میں نہیں آئیں- جی جناب جام کرار صاحب پوائنٹ آف آرڈر-

Jam Karraruddin: *Sir, I would like to invite your kind attention to Rule 76 (4) regarding the motion the Minister may make a brief statement thereon to which the member may reply, confining himself.....*

(interruption)

جناب چیئرمین: مسٹر صاحب ایک منٹ میں ذرا عرض کر لوں جو وزیر داخلہ صاحب نے فرمایا ہے-

Two things require response from your side; No.(1) the honourable Interior Minister has said that under item 27 of the Federal List this is a matter which is under the control of the Federal Government and the Federal Government has to regulate the import

and export across the Frontier, and No. (2) he has said that this has not been a practice although it has been challenged by one of the members and he has said that this thing was practised by the Political Agent where an arrangement is made to enable the distribution within the FATA area because of the interest of the Afghan refugees.

Mr. Basheer Ahmed Matta: Mr. Chairman, my contention is that I have moved this adjournment motion because this matter has become a matter of grave concern to the people of NWFP. And the rules concerning adjournment motion are that a matter can be raised on the floor of the House if it is a matter of public concern and if it is of recent occurrence. So, it is covered by the rule concerning adjournment motions. I am not seeking a constitutional amendment here to prove anything or disprove anything that you oppose. I simply want a discussion on this issue because it is of importance to the people of the Frontier and it has agitated the people of the Frontier; because the Frontier Assembly, its representative majority in that Province, (as the PPP represents the majority in the Centre), has passed a Resolution against it. It is a matter of public concern and of recent occurrence and therefore, is justified to be discussed in an adjournment motion. The other point is, Sir, that the honourable Interior Minister has not yet cost off his military manners. He has to bear in mind that in the Parliament he has to speak with reason and not reject matters out of turn and peremptorily.

جناب چیئرمین: آپ اپنا موقف بیان کریں۔

Mr. Basheer Ahmed Matta: I say if there is no problem, then what is the problem?

جناب چیئرمین: نہیں نہیں پرابلم نہیں، وہ کہہ رہے ہیں کہ This is the power of the Federal Government.

Mr. Basheer Ahmed Matta: Sir, he says, that it has never been the power and the practice of the Frontier Government. If this has not been the power and the practice, then what is the problem? Why is the Frontier Government crying about it. Why it is agitating? Because the powers were with it, for many years the powers were with it and now these have been withdrawn.

After the powers have been withdrawn, it has started agitating. If the powers were not there, then it would not have agitated. So, when he says that this power was never with the Frontier Government, I think it is a misstatement, Sir. Then he has said that it is being done just to run a Ghee Mill and an Aata Mill. I would ask the respectable Minister, whether one Ghee Mill and one Aata Mill can feed the whole of Afghanistan? Can it be a rational argument, that one mill, a Ghee Mill or an Aata Mill can feed the whole of Afghanistan? Not even thirty mills can feed the whole of Afghanistan, and it dose involve a lot of Aata and Ghee to go to Afghanistan, and

that too under the cover of the policy of the Pakistan Government. We have brotherly relations with that country, therefore, all the essential goods that go to Afghanistan, go in token of our regards and affiliation with the people of that country. It cannot be called smuggling. At the next point is that he says that if the Afghan Government complains to us we will take notice of it. And if their own people complaint to them do they not merit any consideration? If the people of Pakistan are starving and tell them that they are starving will they not take notice? Primacy must be attached to the people of our own land, and if the people in the Frontier are hungry and they cry, we must take note of it. Only secondly will come the people of Afghanistan. So, it is, as they say putting the cart before the horse. He says that let the Afghan Government come to complain to us. And if the Frontier Government comes to complain to you? Why is it not permissible for them to complain to you? Are you not the Central Government of this country? And does the NWFP not constitute a part of this country? It is really running away from their own responsibilities. So I would say that this matter.....

جناب چیئرمین: ایک منٹ جی پوائنٹ آف آرڈر جناب ڈاکٹر شیر افگن صاحب۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: میرے خیال میں یہ اس ہاؤس کی tradition رہی ہے کہ یہاں abuse of rules نہیں ہوتا۔ سینٹ، میں بڑا smoothly چلتا ہے - میں آپ کی توجہ دو چیزوں کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جو رولز آف بزنس سے concerned ہیں۔ ایک بات تو یہ ہے کہ جو رول آف لاء کی بات کرتے ہیں they are breaking rules

and law both یہ بات ہے رول آف لاء کی جو صوبے کے حقوق اور فلاح کے حقوق یہاں پر ہی توڑ رہے ہیں جو یہ باتیں بنا رہے ہیں۔ ایک بات۔ دوسری بات یہ ہے کہ معزز ممبر اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ جب تحریک التواء It takes half an hour آپ گھڑی کی طرف دیکھیں کہ آیا وقت ہو چکا ہے کہ نہیں۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر شیر افگن صاحب اگر میں postpone کروں تو تقریباً آدھا گھنٹہ تو اسی میں چلا جائے گا۔

Dr. Sher Afghan Khan Niazi: It has become time barred.

جناب چیئرمین: جی، جی وہ ختم تو کر لیں اپنی بات۔ جی جناب مندوخیل صاحب۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب والا اصل مسئلہ یہاں admissibility کا ہے یہ جو مزید اس کے مسائل ہیں وہ تو بعد میں آئیں گے۔

جناب چیئرمین: وہ تو ایڈمٹ ہوگی تو آئیں گے۔ اگر آپ admissibility پر بحث شروع کر دیں گے تو وہ کیا کریں گے وہ تو محرک ہیں وہ تو ایڈمٹ ہونے پر کریں گے۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل: اس وقت admissible ہے۔

جناب چیئرمین: آپ admissibility پر بحث نہ کریں۔ وہ کر رہے ہیں مندوخیل صاحب۔ اگر آپ بحث شروع کریں گے تو آپ admissibility کے حق میں دلائل دینا چاہتے ہیں۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل: میں اتنا کہہ رہا ہوں کہ وہ مسئلہ اتنا اہم ہے۔

جناب چیئرمین: وہ تو صحیح ہے یہ محرک ہیں یہی بحث کر رہے ہیں آپ ان کی تائید کرنا چاہتے ہیں آپ یہی کہہ رہے ہیں ناں کہ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے۔ وہ بھی تو وہی کہہ رہے ہیں ناں۔ آپ نئی بات کیا کر رہے ہیں؟

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل: ان کی بات تو اپنی جگہ ہے۔

جناب چیئرمین: دیکھیں مجھے ایک آدمی کی بات سن لینے دیں۔ آپ بیٹھ جائیں۔ مٹہ صاحب کو ختم کر لینے دیں۔ اس طرح کام نہیں چلے گا۔ کوئی آدمی پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا شروع کر دے اس کی اجازت نہیں ہے صرف محرک بول رہے ہیں۔ I am listening to the admissibility جو بات آپ کہہ رہے ہیں وہ وہی کر رہے ہیں۔

Mr. Basheer Ahmed Matta: I have just come to the conclusion, I have already submitted before you, how it is admissible, I don't want to repeat it. I just want to ask one simple question. Why are they shy of discussing this matter on the floor of the House? Let them present their point of view, let them come out with it. Let us discuss it. I am not demanding anything more. I say let us discuss this topic on the floor of this House.

جناب چیئرمین: میں نے آپ کی بات سن لی ہے مجھے یہ بتائیں کہ اس میں کچھ factual dispute ہیں اب کافی بحث ہو گئی ہے۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: جناب میں نے سن لیا ہے- right of reply ہوگی اس مسئلے پر بات ہوگی- جی جناب شہزاد گل صاحب-

جناب شہزاد گل: ایک بات یہ کہ ہاؤس میں دو باتیں ہوئیں- ایک سابقہ وزیر داخلہ صاحب نے کہا اور ایک بات موجودہ وزیر داخلہ نے کی- دونوں contradiction ہیں اب اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ دونوں وزیر داخلہ صاحبان یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ سابقہ حکومت (نواز شریف کی حکومت) نے یہ اختیار مرکز میں استعمال نہیں کیا بلکہ یہ تسلیم کرتے ہیں-

جناب چیئرمین: دوسری بات- اپنی بات مکمل کر لیں- ایک یہ ایشو ہو گیا کہ متصادم ہے دوسرا کیا ایشو ہے-

جناب شہزاد گل: یہ متصادم ہے اس لئے لازمی ہے کہ اس پر بات ہو اور ہاؤس اس پر رائے دے کہ کون سچا ہے کون نہیں- دوسری بات میری جناب والا! یہ ہے کہ وزیر داخلہ صاحب ہاؤس کو یہ بتائیں کہ افغانستان حکومت کے ساتھ تجارت کا معاہدہ ہوا ہے اور یہ جو ایکسپورٹ ہے یہ فاٹا کے راستے صوبہ سرحد کے راستے سے ہوتا ہے وہ ہاؤس کے سامنے اقرار کرے کہ ہاں افغانستان حکومت کے ساتھ ابھی یہ معاہدہ ہوا ہے یہ دو باتیں ہاؤس کے سامنے لائیں تب پتہ چلے گا کہ یہ صحیح ہے یا غلط ہے- اور اس سچائی کو جاننے کے لئے جو ہے اس تحریک کو ایڈمٹ کرنا چاہیئے اور تیسری بات جو ہے جناب والا! کہ جون 75ء تک انہوں نے کوئی technical objection raise نہیں کیا ہے کہ جون 75ء کے ....

Mr. Chairman: I will consider all these arguments. In the meantime I have to make a suggestion to you.

اور وہ یہ ہے- پلیز جناب مندوخیل صاحب آپ اتنے تجربہ کار بھی ہیں اور آپ کو پتہ ہے کہ پروسیجر کیا ہوتا ہے- And I think it has gone beyond the time limit میری suggestion کا ہی کچھ خیال کر لیں- اس سے آپ دیکھیں گے کہ کچھ factual

dispute بھی ہیں یعنی وزیر داخلہ صاحب کہہ رہے ہیں کہ جی پریکٹس ہمیشہ سے یہی تھی۔ چوہدری شجاعت صاحب نے یہ کہا کہ نہیں ایسے نہیں تھا۔ یہ صوبائی گورنمنٹ کرتی تھی یہ مسئلہ پہلے بھی آیا تھا پھر یہ کچھ سوالات کے جوابات بھی چاہ رہے ہیں تحریک التوا میں سوالات کے جوابات تو نہیں دیئے جاتے۔ why don't you take it up in the committee. تاکہ یہ مسئلہ وہاں پر آپ آپس میں discuss کر لیں۔ سمجھے جی۔

In the concerned Standing Committee which ever it is.

فی الحال یہ ہے کہ وزیر صاحب وزارت داخلہ کی سٹینڈنگ کمیٹی میں take up کر لیں۔

and you invite the concerned secretaries to present their arguments O.K.

(It was agreed)

Mr. Chairman: So, in the light of this agreement reaching before the House this adjournment motion stands disposed off. Now we come to lthe next item on the agenda. Which is that?

Point of Order Re: Taking up Commenced Business first.

Mr. Chairman: Now this brings me to a point raised by Mr. Raza Rabbani.

کہ ہم نے ریزولیوشن لگائی ہوئی ہیں۔

and then commenced business.

بعد میں

what is the proper procedure of this? Shall we proceed with item No.7

or do we have to go with item No. 2?

یعنی commenced business میں رضا ربانی صاحب نے point out کیا ہے تو

I would like some guidance on this.

Mian Raza Rabbani: Sir, in view of Rule 28 which is on page 16 of the Rules of Procedure....

(interruption)

Mr. Chairman: You see it says:-

"it shall have precedence over all other business set down for that day"

any body would like to guide me on this? کیوں جی۔

Mian Raza Rabbani Sahib has raised the point which I think is now very relevant because under Rule 28 which says:-

"Notwithstanding any thing contained in Rule 26 or Rule 24 any Private Member's business which has been commenced shall be set down for the next day allotted to business of that class and shall have precedence over all other business set down for that day"

جی پروفیسر خورشید صاحب۔

پروفیسر خورشید احمد: جناب والا commenced bussiness ہمیشہ پہلے آتا ہے اور اس کے بعد باقی چیزیں آتی ہیں البتہ ایوان میں یہ طریقہ رہا ہے کہ حالات کو دیکھ کر

ہم نے پہلے commenced business کو ڈیفر کر دیا ہے۔

جناب چیئرمین: کیوں لاء منسٹر صاحب آپ اس سے متفق ہیں؟ Would you agree with this?

Syed Iqbal Haider: Sir, I definitely agree with this view except with one point that the Private Member's Day business will commence for next Private Member's Day.

جناب چیئرمین: جی جناب جبار صاحب۔

میر عبدالجبار: جناب گزارش یہ ہے کہ جس طرح پروفیسر صاحب نے فرمایا ہے اس طرح یہ بات ٹھیک ہے اور ہمارے رولز بھی یہی کہتے ہیں اور قانونی تقاضا بھی یہی ہے تو ....

جناب چیئرمین: یہ پھر غلطی ہوگئی
If the view is correct then this is obviously a mistake.

میر عبدالجبار: آپ نے دیکھ بھی لیا بہرحال آپ کی رائے ہے آپ جو حکم فرمائیں۔

جناب چیئرمین: نہیں نہیں حکم نہیں ہے۔ جی رضا ربانی صاحب۔

Mian Raza Rabbani: I humbly submit that the Orders of the Day would not over ride the Rules of Procedure.

جناب چیئرمین: جی محمد علی صاحب۔

Mr. Muhammad Ali Khan Hoti: Sir, the commenced business would come first followed by motions and the resolution comes afterward. Here in the Orders of the Day Resolution have come first.

جناب چیئرمین: وہی غلطی ہو گی، ناں۔

this is exactly what the point is.

Mr. Muhammad Ali Khan Hoti: Commenced business first then followed by motion and then resolutions are brought before the House afterwords.

جناب چیئرمین: موشن اور ریزولیوشن میں میرے خیال میں پریکٹس ہے کہ ایک دفعہ ہم موشن کو پہلے لے آتے ہیں اور پھر دوسری دفعہ ریزولیوشن کو پہلے لے آتے ہیں فرق صرف یہ ہے۔

I think actually this is what has created the confusion because this was a motion under 194.

اس دفعہ ریزولیوشن کی باری تھی اور ریزولیوشن کو اوپر کر دیا ہے لیکن اب اس میں

obviously the consensus appears to be and the rules also *Prima Facie* says this that the commenced business should first be completed and then we will go on to this, change over from one to the other.

ٹھیک ہے جی تو اس کا مطلب ہے کہ

we now take up the commenced business. O.K.

Prof. Khurshid Ahmed: Item No.7.

THE ROLE OF INFORMATION MEDIA IN OUR COUNTRY.

پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمان الرحیم- جناب چیئرمین میں آپ کا بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے اس موضوع پر اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا جناب والا یہ بڑا ہی اہم مسئلہ ہے جس پر کہ ہم آج ایوان میں بحث شروع کر رہے ہیں- جناب والا یہ ایک حقیقت ہے کہ ملک کی ذہنی فضا، سیاسی حالات، کلچر یعنی تمام چیزیں جس چیز سے مطابقت کرتی ہیں وہ ہے انفارمیشن میڈیا اور اس سلسلے میں کیا پالیسی ہے- یہ بڑا نازک مسئلہ بھی ہے اس لئے کہ اس میں دو قسم کے حقوق ہمارے دستور کے تحت involve ہیں- پہلا حق ہے آزادی اظہار، آزادی اظہار بنیادی آزادی ہے جس کا ہمارے دستور میں ذکر ہے وہ تمام ادارے جو رائے عامہ کو متاثر کر سکتے ہیں اور میں یہ بات عرض کروں گا کہ یہ جو حق ہے جو ہر مہذب معاشرے میں اور خصوصیت سے اسلامی معاشرے میں ہے چونکہ اسلام میں تنقید، احتساب، اختلاف رائے کی آزادی ایک بنیادی آزادی کی حیثیت رکھتی ہے- اگر اس میں اختلاف اور اجتناب کی آزادی نہیں ہے تو پھر وہ اصل مقصد پورا نہیں ہو سکتا جو قرآن و سنت میں مقرر کیا گیا ہے- یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نیکی کا حکم دینا ہے اور برائیوں سے روکنا ہے- یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب معاشرے میں آزادی ہو معاشرے میں اختلاف کے مواقع ہوں اختلاف کے مواقع کو اس طرح قرآن نے واضح کیا ہے (عربی) ترجمہ: اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی، اطاعت کرو، اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اپنے میں سے علماء کی اور جب تم میں اور ان میں کوئی تنازعہ یا اختلاف ہو تو اطاعت کرو اللہ اور رسول کی- یہ اختلاف کا حق مسلم معاشرے کا بنیادی حق ہے-

جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ ایک دوسرا پہلو ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر حق کچھ ذمہ داریاں بھی اپنے ساتھ رکھتا ہے جس طرح ہمارے دستور میں آزادی اظہار، آزادی اختلاف کا حق دیا ہے اسی طرح اس نے یہ حق بھی دیا ہے کہ معاشرے کی اخلاقی اقدار کا احترام کیا جائے ہر معاشرے اپنے کچھ اصول اپنی کچھ روایات اور اپنے کچھ دستور رکھتا ہے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ جہاں دستور میں یہ حقوق دیئے گئے ہیں وہاں morality پبلک گروپ جیسی یہ اصلاحات بھی آتی ہیں۔ جناب والا! یہ بڑا نازک معاملہ بھی ہے اس میں اہل اقتدار ان چیزوں کا سہارا لے کر آزادی اور اختیارات پر ڈاکہ ڈالتے ہیں اسے غصب کرتے ہیں اسے ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دراصل آزادی اور ذمہ داری کے درمیان ایک توازن ہونا چاہیئے۔ آزادی کا ایسا اہتمام کیا جائے کہ جس میں دوسرے کی عزت ان کی آبرو اور ان کا مال یا معاشرے کی وہ اقدار جن پر معاشرہ قائم ہے ان کو منہدم کرنا معاشرہ کو تباہ کرنا ہے۔

جناب والا! ایک مشہور جرمن فلسفی سے پوچھا گیا کہ آزادی کیا ہے اس نے کہا کہ جب تم چلتے ہو تو تمہارا ہاتھ ہلتا ہے تمہیں اپنا ہاتھ ہلانے کی آزادی ہے لیکن تمہاری آزادی کی حد وہاں ختم ہو جاتی ہے جہاں سے میرے چہرے کی حد شروع ہوتی ہے تمہیں یہ آزادی نہیں ہے کہ اپنے ہاتھ کو ایسی حرکت دو کہ میرے منہ پر طماچہ بن کر لگے یہ دراصل توازن کا قائم ہونا ضروری ہے یعنی توازن اگر نہ ہو تو معاشرے میں اختلافات بڑھتے ہیں۔ انفرادیت کو اس مقام پر پہنچایا گیا ہے جہاں اجتماعی اقدار اجتماعی ہدایات جن کا تحفظ ضروری ہے اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ یہی چیز مفقود ہے۔

جناب والا! میں یہی گزارشات کرنا چاہتا ہوں کہ آج کی دنیا میں جو انفارمیشن اور communications energy میں انقلاب آیا ہے۔ اس کے نتیجے میں پوری دنیا global village بن گئی ہے جس کے نتیجے میں انفارمیشن ٹیکنالوجی کو استعمال کیا جا رہا ہے۔ ایک کلچر کو دوسرے ممالک پر مسلط کرنے کے لئے ایک dominate culture کو اس کے ڈھانچے کو دوسروں کے اوپر شعوری اور غیر شعوری طور پر direct and indirect ذرائع سے مسلط کرنا ہے۔

اس سلسلے میں اہم change جو دنیا میں آرہا ہے جس میں culture imperialism کا احساس روز بروز پیدا ہو رہا ہے روس کے سفیر نے واشنگٹن میں حال ہی میں ایک اہم بیان دیا جس میں اس نے کہا کہ Helson accord کے بعد مغربی ٹیلی ویژن نے جو رول اختیار کیا اس کا بڑا اہم مقصد روس کے نظام کو disintegrate کرنا ہے۔

جناب والا! میں آپ کی توجہ اس طرف بھی مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ ابھی پچھلے ہفتے ایک agreement ہوا لیکن اس agreement کی ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ فرانس اور امریکہ کے درمیان بڑا اختلاف رہا ہے حتیٰ کہ آخری 12 گھنٹے ایک consessional کیفیت پیدا ہوگئی تھی کہ agreement خرد برد نہ ہو جائے۔ ایشو کیا تھا ایشو یہ تھا کہ فرانس اور یورپین ممالک اس بات کا مطالبہ کر رہے تھے کہ تجارت کی اجازت تو صحیح ہے لیکن تجارت کی اجازت کے ذریعے سے امریکہ اپنی values کو اپنے میڈیا سروسز کو یورپ اور پوری دنیا پر مسلط کرنا چاہتا ہے۔ یہ نہیں ہونا چاہیئے۔

میں آپ کو یہ جملہ پڑھ کر سناتا ہوں کہ 15 دسمبر لندن ٹائمز میں

"France proclaimed a beautiful victory over the United States in the exclusion of culture from Gram Wake Accord."

وہ کہتے ہیں۔

"Everyday, which is audio visual everything restricted on culture, will not be in the free trade market and will not be included in that."

جناب والا! اس context میں میں چاہتا ہوں کہ ذرا پاکستان کے حالات کا جائزہ لیں۔ یہاں پر میڈیا پالیسی کے ذریعے جہاں اس بات کی ضرورت ہے کہ creativity کی آزادی ہو اس کے مواقع دیئے جائیں توازن کے ساتھ، یہ ذمے داریاں ادا کی جائیں وہاں اس بات کی ضرورت ہے کہ کچھ قومی مقاصد حاصل ہوں، ہمارا دین، ہماری تہذیب و تمدن، ہمارا کلچر،

ہماری ثقافت بلاشبہ تغیر اور تبدیلی کے تقاضے بھی پورے ہونے چاہیئں۔ لیکن اس طرح معاشرتی انتشار، سماجی بگاڑ، اقدار کو تہہ و بالا کرنے کا ذریعہ نہ بنے۔ ہم اس کے برعکس جو بات دیکھ رہے ہیں وہ یہ ہے کہ سماجی یلغار ہے اور ملک کی قیادت میں یہ حکومت کو نہیں کہہ رہا ہوں اس دستور میں دی گئی ideology یہاں کی تہذیب اور یہاں کی روایات کے مطابق ان کو اس بات کا شعور نہیں ہے کہ جو تہذیبی بہاؤ اور تہذیبی سیلاب آ رہا ہے اس کا مقابلہ کر سکے یہ مقابلہ محض censor سے نہیں ہوتا۔ یہ مقابلہ تعلیم سے ہوتا ہے یہ مقابلہ دلیل سے ہوتا ہے یہ مقابلہ متبادل نظام لانے سے ہوتا ہے۔

جناب والا! سب سے پہلا نکتہ جو میں آپ کے ذریعے سے اس ایوان کے سامنے اور پوری قوم کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ انفارمیشن پالیسی کے مقاصد پورے ہونے چاہئیں اور ان مقاصد کے اندر پہلی چیز ملکی نظریئے، تہذیب و تمدن و اخلاقی روایات کا تحفظ اور ان کا فروغ ضروری ہے۔

جناب والا! دوسری چیز جو بہت ضروری ہے وہ واقعات کی بڑی صحیح عکاسی کرنا ہے صحت کے ساتھ دیانتداری کے ساتھ بالکل صحیح چیزوں کو پیش کرنا ہے۔ جناب والا! معلومات اور خیالات میں فرق ہے۔ معلومات سے تو اتفاق ہونا چاہیئے وہ ہمیں اچھی لگیں یا بری وہ تلخ ہوں یا خوشگوار ہوں، حقائق کو، معلومات کو جیسی بھی ہوں سامنے آنا چاہیئے۔ اس کے بعد حق ہے کہ debate کریں۔ اپنی رائے دیں تائید کریں یا تنقید کریں۔ لیکن ہمارے ہاں حقائق کو چھپایا جاتا ہے توڑ پھوڑ کر پیش کیا جاتا ہے۔ غیر متعلقہ حقائق کو project کیا جاتا ہے اور باقی چیزوں کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس لئے جناب والا! سنہری اصول یہ ہے کہ معلومات بلا کم و کاست پوری صحت اور پوری دیانتداری کے ساتھ سامنے آنی چاہئیں۔

جناب والا! اس سلسلے میں میں خصوصی طور پر سرکار کے کنٹرول میں الیکٹرانک میڈیا، ریڈیو، ٹیلی ویژن کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ آج تک جو حکومت بھی رہی ہے اس نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ اپنے آپ کو project کرنے کے لئے ان ذرائع کو

استعمال کرے۔ مجھے پچھلی حکومت سے اختلاف رہا ہے۔ ہم نے ان پر تنقید کی ہے میں کہتا ہوں کہ یہ وزیراعظم کا حق تھا کہ اگر وہ بوسنیا گئے ہیں تو پاکستان کے میڈیا کو کچھ دکھانا چاہیئے تھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ ترکی میں بوسنیا میں انہیں بالکل Head of the Government کا پروٹوکول ملا۔ لیکن ہمارے ریڈیو و ہمارے ٹیلی ویژن نے ان تمام باتوں کو مکمل طور پر ignore کیا ہے۔ اتنی بڑی کانفرنس سوڈان میں ہوئی جس میں اس علاقے پر امریکہ کی جارحیت کو چیلنج کرنے کے لئے 600 کے قریب عالم اسلام کے top کے لیڈر جمع ہوئے لیکن ہمارے میڈیا نے اس کو ignore کیا۔ اس ملک کے اندر سیاسی development کی چیزیں ہوئی ہیں۔ کشمیر کے سلسلے میں ملک میں مظاہرے ہوئے لیکن آپ کے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے اوپر کچھ نہیں دکھایا گیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی بددیانتی ہے کہ حقائق کو پیش نہیں کیا جاتا اورbiased policital انداز میں اور distorted انداز میں ہمارا میڈیا ان چیزوں کو لے کر آتا ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ پالیسی بدلنی چاہیئے۔ ہونا یہ چاہیئے کہ حکومت کو بھی اپنی بات کرنے کا موقع ملے لیکن اس کے دوسرے مکاتب فکر میں وہ بھی ٹھیک پیش کئے جائیں۔ جو political development ہے جو cultural development ہے جو عالمی development ہے ان سب کی ٹھیک عکاسی ہو۔ چیزوں کو true bases values کی مناسبت سے لیں ان کی قومی اہمیت کے اعتبار سے لیجیئے لیکن محض پارٹی بازی یا آپ کی ذاتی پسند اور ناپسند کی بنیاد پر اگر آپ حقائق کو جھٹلاتے ہیں، حقائق پر پردہ ڈالتے ہیں twist کرتے ہیں یا ایک رخ کو پیش کرتے ہیں اور دوسرے رخ کو پیش نہیں کرتے تو یہ ناانصافی ہے یہ لمبے عرصے میں قوم کے لئے productive بھی نہیں ہوتا ہر آمر نے دیکھا کہ اسے اپنا چہرہ پسند تھا اور اس کی کوشش تھی کہ سارا projection اس کا ہو لیکن جب حقائق سامنے آئے تو معلوم ہوا کہ یہ محض یک رخا تھا حقیقی نہ تھا۔ یہ point of productive بھی ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود ہر آنے والا یہی پروسیجر اختیار کرتا۔

جناب والا! میں تیسری بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ انفارمیشن میڈیا کے میری نظر میں اس کے تین بنیادی رول ہیں۔ پہلا رول ہے معلومات فراہم کرنا۔ دوسرا رول ہے تعلیم و تربیت تیسرا رول ہے تفریح۔

یہ تفریق بھی ساری زندگی کے لئے اس لئے ضروری ہے ان کی تعلیم یا اس کی جستجو لیکن ان تینوں کے درمیان توازن ہونا چاہیئے ان تینوں کے اپنے آداب ہیں نہ اس پر اس قسم کی پابندیاں ہونی چاہیئیں نہ اس میں تفریح ہونی چاہیئے کہ وہ قوم کے اخلاق، اس کی اقدار، اس کی روایات کی قیمت پر ادا کی جا سکے۔ جناب والا! میں آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں دکھائے جانے والے ڈرامے، فلمیں جو تصور زندگی کا پیش کر رہی ہیں۔ اس میں مادہ پرستی، influance یہ وہ themes ہیں جو غیر فطری انداز ہیں۔ جو چھائے ہوئے ہیں اور جن کی وجہ سے نئی نسلوں کو ایک متبادل، ایک صحت مند خاندان، صحت مند معاشرہ، صحت مند تمدن نہیں مل رہا۔ بلاشبہ ملک میں اقتصادی کشمکش پائی جاتی ہے۔ humble community لوگ ہیں، غربت ہے، اس سے انکار نہیں اور اس کی اصلاح ہونی چاہیئے اور غربت اور جرم سے نفرت پیدا کرنا، ان کو دور کرنے کا جذبہ اور احساس پیدا کرنا یہ تاریخ کا حصہ ہے لیکن اس سے نفرت پیدا کرنا اس سے معاشرے میں ایسا تصادم پیدا کرنے جس سے کہ وائرس بڑھے، جس سے کہ تصادم بڑھے جس سے بغاوت بڑھے یہ بڑی خطرناک چیز ہے۔ آج مغربی معاشرہ پکار رہا ہے اس کے اوپر کہ ٹیلی ویژن ویڈیو اور فلم کے ذریعے سے وائرس کا جو pollution ہوا اس سے نئی نسلیں وائرس کے بعد insensative ہوگئی ہیں ابھی آپ کو معلوم ہے کہ چند ہفتے پہلے پوری دنیا میں کہرام مچا ہوا تھا کہ دس سال کے دو بچوں نے انگلستان میں لیور پول میں دو سال کے بچے کو تین گھنٹے تک اذیت دے دے کر مارا اور اس کے مقدمے کی پوری کارروائی ساری دنیا کے ٹی وی پر آئی ہے۔ اور اس سے یہ بات سامنے آئی یہ ایک واقعہ نہیں ہے اس سے دراصل human situation سامنے آرہی ہے جو ظلم، جبر، تشدد، اذیت دینا دوسرے کو اس کے بارے میں انسان insensative ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اور یہ insensative بنانے میں بڑا دخل ہے فلموں کا، میڈیا کا، الیکٹرانک میڈیا کا اس کی وجہ سے pollution بڑھ رہا ہے۔

جناب والا! جو معاشرے کی کیفیت ہے جو دولت کی ریل پیل آپ کے ڈراموں میں سامنے آتی ہے جو بودوباش سامنے آتا ہے حقیقت یہ ہے کہ لوگوں کے اندر

deprivation کا احساس پیدا کرتا ہے یہ معاشرے کو بانٹنے کا کام انجام دے رہا ہے اور یہ معاشرے کے اندر ظلم کو بڑھانے اور نفرت کو بڑھانے، تشدد کو بڑھانے، وائرس کو بڑھانے کا ذریعہ بن رہا ہے- یہ وہ خطرناک واقعات ہیں جناب والا! جو ایک صحیح میڈیا پالیسی نہ ہونے کی وجہ سے ان موضوعات کے اوپر debate نہ ہونے کی وجہ سے میں نے پہلے ہی اس بات کو کہا ہے کہ اظہار کی آزادی فی الحقیقت قوم کے لئے معاشرے کی صحت کے لئے، معاشرے کی اصلاح کے لئے فرد کے اخلاق کے لئے ضروری ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ کام ذمہ داری سے ہونا چاہیئے، حدود کا لحاظ رکھ کے ہونا چاہیئے اور سنسر شپ کوئی گالی نہیں اس کو مغرب نے ہمارے خلاف اس طرح استعمال کیا ہے کہ سلمان رشدی جیسے افراد جنہوں نے آزادی کو گالی کے لئے استعمال کیا- اور انہوں نے گالی کا حق آزادی کے نام پر استعمال کر دیا- لیکن دوسری طرف اسی معاشرے کا حال یہ ہے کہ جیوری کے خلاف کسی ڈرامے میں اگر کوئی ایک جملہ بھی آجاتا ہے تو اسے سنسر کر دیا جاتا ہے- یہ سنسر نہیں ہے ابھی آپ کو معلوم ہے کہ جرمن ٹیلیویژن کے اوپر ایک فلم جس کے بارے میں بڑا اشتہار تھا کہ وہ آرہی ہے اور اس فلم میں متعدد مناظر بھی دکھائے گئے آخری وقت میں اسے روک دیا- یہ سنسر نہیں ہے- لیکن اگر کوئی چیز اسلام کے خلاف ہے، نبی پاکؐ کے خلاف ہے، ناموس رسول کے خلاف ہے تو وہاں پر وہ آزادی حق مانگتی ہے- یہ آزادی نہیں یہ آوارگی ہے-

جناب والا! میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ آزادی کا تحفظ ہماری نگاہ میں ایک بنیادی ضرورت ہے اور ہم اس کے لئے ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہیں- لیکن آزادی کے نام پر آوارگی، آزادی کے نام پر عزتوں سے کھیلنا، آزادی کے نام پر مشتعل کرنا- آزادی کے نام پر کچھ خاص چیزوں کا projection کچھ کو بلیک آؤٹ کرنا یہ آزادی نہیں ہے- آزادی responsibility کے ساتھ ہونی چاہیئے اور انفارمیشن پالیسی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ ان تینوں مقاصد، انفارمیشن، ایجوکیشن اور تربیت اور تفریح اور ان کے درمیان ایک صحیح توازن کے ساتھ -

اس بات کی ضرورت ہے جناب والا! کہ حکومت واضح guide lines اختیار کرے-

مجھے خوشی ہے کہ اس سینٹ میں پچھلے سیشن میں جو کمیٹی اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر غور کرنے کے لئے بنائی گئی تھی اور وہ ایک بڑی کمپنی سترہ اٹھارہ رکنی کمیٹی تھی اس کمیٹی نے مہینوں صرف کر کے تعلیم اور ابلاغ کے بارے میں سفارشات کو مرتب کیا اور حکومت کو وہ guide lines بنا کر دیں اور یہ مشورہ دیا کہ ان guide lines کے اوپر پارلیمنٹ میں کھلی بحث کیجیئے۔

ملک میں کھلی بحث کیجیئے۔ لیکن اس کے بعد ایک قانون بنایئے تاکہ وہ قانون، وہ فریم ورک بن جائے جس کے اندر تمام میڈیا کے ادارے کام کریں تاکہ یہ نہ ہو کہ ایک حکومت آئے تو وہ اپنے مقاصد کے لئے اسے استعمال کرے۔ دوسری حکومت آئے تو وہ بھی اسے اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ سینٹ کی یہ بحث مزید خدمت انجام دے سکتی ہے اگر حکومت سینٹ کی اس کمیٹی کی سفارشات کو سامنے رکھ کر یہاں کی بحث کو سامنے رکھ کر یہاں بحث کرے اور میڈیا پالیسی مرتب کرے۔ یہ بات بھی کہ باقی پریس اور میڈیا وہ totally آزاد ہے۔ بلاشبہ آزادی اس کے لئے بھی ضروری ہے۔ لیکن وہاں بھی کوئی نہ کوئی نظام ایسا ہونا چاہیئے کہ جس میں ضابطہ اخلاق ہو۔ آپ کو معلوم ہے انگلستان میں ایک پریس کانفرنس گائیڈ لائنز دیتی ہے۔ وہ پریس کانفرنس مختلف ابلاغ کے اندر کوئی بھی شہری منعقد کر سکتا ہے اس بات کا نظام ہونا چاہیئے کہ جس میں تمام شہری شریک ہوں،authors شریک ہوں، writers شریک ہوں تاکہ ہم میڈیا کے سارے حصے اس کے اندر آئیں لیکن وہ بھی اپنے لئے کوئی ضابطہ، کچھ گائیڈ لائنز رکھیں۔ اور وہ یہ ساری گائیڈ لائنز ایک نیشنل پالیسی کے طور پر آجائے۔ تاکہ یہ ایک ہو اور اس کے بعد اس کو قانونی شکل بھی دی جائے اس کے لئے Institution بنانے کی ضرورت ہے اور اس بات کی کوشش کی جائے کہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن ہی نہیں بلکہ آپ کے تعلیمی ادارے آپ کے مشنری ادارے آپ کے ٹریننگ ادارے ان چیزوں کو لوگوں تک پہنچائیں اور بار بار پہنچائیں تاکہ پھر یہ قوم کا مزاج اور قوم کی روایت اور قوم کا طریقہ بن جائے۔ یہ ہے دراصل اصل طریقہ تو جناب والا! میڈیا پالیسی کے سلسلے میں یہ چند گزارشات میں اس وقت بتانا چاہتا ہوں اور مجھے توقع ہے کہ میرے دوسرے بھائی اس سے مفید نکات نکالیں گے اور حکومت اس پر عملدرآمد کرے۔

جناب چیئرمین: شکریہ ! جناب حافظ حسین احمد صاحب۔

حافظ حسین احمد: شکریہ جناب چیئرمین صاحب! پریس اور اس کی آزادی پاکستان میں ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر الحمد اللہ اس کے مطالبے میں حکومت اور اپوزیشن میں مکمل اتفاق اور ہم آہنگی ہے لیکن فرق اتنا ہے کہ دونوں پارٹیاں جب اپوزیشن میں ہوتی ہیں تو یہ مطالبہ کرتی ہیں اور جب اقتدار میں آتی ہیں تو پھر وہی کچھ کرتی ہیں جو ان کے مقابلے میں برسراقتدار طبقے نے کیا ہوتا ہے۔ جناب چیئرمین صاحب ہم سمجھتے ہیں کہ مختلف ادوار میں پریس کی اور میڈیا کی آزادی کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا لیکن مصیبت یہ ہے کہ اپوزیشن کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ اسے آزادی دلا دے۔ جب وہ حکومت میں آتی ہے تو وہ اسے وارا نہیں کھاتا کہ وہ پریس کو میڈیا کو آزادی سے ہمکنار کرے۔ پچھلے دور میں بھی غالباً پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار ایک ایسا واقعہ ہوا کہ جس میں ایک اخبار پر غداری کا مقدمہ بنایا گیا۔ اور غداری کا مقدمہ بھی ایک ایسے مظلوم ترین شخص اور شاعر کی ایک ایسی نظم سے بنایا گیا، جیسے درد دل تو کہا جا سکتا تھا لیکن اسے شعر یا نظم نہیں کہا جا سکتا۔ اس کے علاوہ ملک میں مختلف حربوں سے پریس کو پریشان کرنے کے لئے اور اسے اپنے کنٹرول میں رکھنے کے لئے حکومت اور ارباب اقتدار ہر حربہ استعمال کرتے ہیں۔ کبھی اخباری کاغذ کا کوٹہ اور کبھی اشتہارات کی تقسیم اور اس کے علاوہ دیگر ایسے ذرائع ہیں جس کے ذریعے پریس کو کنٹرول کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور یقیناً اس وقت بھی اصل اپوزیشن اور حکومت کے درمیان لڑائی بھی پریس میں ہے، ایوان میں الحمداللہ اتنا نظر نہیں آتا، کم از کم سینٹ میں اور یقیناً پریس کی وجہ سے اس وقت محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ اور نواز شریف صاحب آرام سے ہیں اور وہ لڑائی دو ایڈوائزر لڑ رہے ہیں، ایک ہمارے حقانی صاحب ہیں اور دوسرے مشاہد حسین صاحب۔ یہ اور بات ہے کہ ان کی پوزیشنیں اس وقت تبدیل ہو چکی ہیں لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ جناب آخر پریس کے ذریعے یا پھر بیانات کے ذریعے ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے سے کیا مسائل حل ہو جاتے ہیں؟ اس وقت باوجود اس کے، جناب چیئرمین صاحب، کہ اخبارات کے مالکان برملا یہ کہتے ہیں کہ اخبار ایک صنعت ہے اور ظاہر ہے کہ

صنعتکار کو صنعت چلانے کے لئے کچھ ان کی مصلحتیں ہوتی ہیں، ان مصلحتوں کو وہ نظرانداز نہیں کر سکتے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہماری صحافی برادری جو ہے یہ وہ طبقہ ہے جس نے حتی المقدور ان مصلحتوں کی نظرانداز کر کے حقائق عوام کے سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔ اس میں کبھی وہ کراہتا، برملا اس کا اظہار کرتے ہیں، کبھی وہ اشارتاً اور کنایتاً بہرحال کسی نہ کسی انداز اور کسی نہ کسی پہلو سے عوام کے سامنے حقائق کو پیش کرتے ہیں اور یقیناً یہ عجیب بات ہے کہ ہم اس مسئلے پہ آزادی صحافت پہ بحث کر رہے ہیں۔ لیکن کچھ ہی دیر پہلے اسی ایوان میں، اس معزز ایوان کی پریس گیلری میں ہمارے صحافیوں نے واک آؤٹ کیا اور اس طرح اپنے احتجاج کو انہوں نے بھی ریکارڈ کرایا۔ اور یقیناً انہوں نے کیا جرم کیا تھا صرف یہ تھا کہ وہ حقائق کو عوام کے سامنے لانا چاہتے تھے، جن حقائق کو وہ اشخاص نہیں چاہتے تھے کہ وہ عوام کے سامنے آسکیں۔

جناب چیئرمین صاحب ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس وقت جہاں تک ریڈیو اور ٹی وی کا تعلق ہے تو میرے خیال میں اسے تو موضوع بحث بنانا ہی وقت کا ضیاع ہے۔ پہلے تو یہ تھا کہ ریڈیو پاکستان کی خبریں، غالباً اگر حلف بھی اٹھا لیں، پاکستانی اکثر وہ خبریں نہیں سنتے بلکہ وہ بی بی سی کی خبریں سنتے ہیں اور پھر اس کے بعد پوچھتے ہیں کہ جناب ان کی مطابقت اور تقلید کی جاتی ہے کہ بی بی سی نے یہ خبر دی ہے اور اکثر یہ ثابت ہوتا ہے کہ بی بی سی کی خبر سچی ہوتی ہے۔ اب اس طرح ٹی وی کے لئے بھی یہی صورتحال ہے کہ ہمارے ملک میں رونما ہونے والے واقعات اور ہمارے ملک کی خبریں سی این این کئی کئی گھنٹے پہلے ٹیلی کاسٹ کرتا ہے اور یہ خبر عوام تک پہنچ جاتی ہے اور اس کے بعد جب تک یہ این او سی لیں، اس کی کانٹ چھانٹ کریں اور اس خبر کو قابل ہضم بنایا جائے اس وقت تک یہ خبر پوری دنیا میں نشر ہو چکی ہوتی ہے اور اس میں کئی بار ایسا ہوا کہ ہمارے ریڈیو اور ٹی وی کو خجالت اور شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اس کے باوجود جناب والا! پرنالا وہیں کا وہیں ہے اس کا میں ایک واقعہ عرض کروں گا کہ جب قومی اسمبلی توڑ دی گئی تو اس کی خبر بھی سب سے پہلے سی این این نے دی اس کے بعد بی بی سی نے دی اور میرے خیال میں کافی دیر کے بعد ہمارا جو الیکٹرانک میڈیا ہے اس پر آئی۔

ہم یہ سمجھتے ہیں جناب کہ جہاں تک عام تحریک کا تعلق ہے تو اس میں بھی یہ خیال نہیں رکھا جاتا کہ حقائق کون بیان کر رہا ہے۔ ہمارے محترم فصیح اقبال صاحب اس وقت سو رہے ہیں ہمارے ہاں اکثر ہوتا ہے کہ ساتھی کوشش کرتے ہیں کہ کسی فنکشن میں کہ فصیح صاحب کے قریب کھڑے ہوں تاکہ ان کی تصویر آسکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آخر یہ کون سے ادارے ہیں وہ کون ہے جو ان کو اس قسم کی ہدایات دیتے ہیں اور اس وقت میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ٹی وی اور ریڈیو نے جو کچھ قوم کو اس سے توقعات وابستہ تھیں اس سے انحراف کیا ہے۔ جہاں تک تعلیم و تربیت کا تعلق ہے کہ وہ تربیت دے رہے ہیں لیکن کس قسم کی تربیت دے رہے ہیں وہ تربیت دے رہے ہیں جس کا اظہار ہم صبح و شام اور کئی دن پہلے اس رات ہم نوجوانوں کی جو سرگرمیاں ہیں اس سے بخوبی آگاہ ہیں۔

جناب چیئرمین: جو اصحاب بولنا چاہتے ہیں اپنا نام دے دیں اور دس دس منٹ تقریر کے لئے دیئے جائیں گے۔ یہ نام دے دیں اور میرے خیال میں یہ بھی ہم اصول بنا لیں کہ جو آج نام آجائیں انہی کو بولنے دیا جائے پھر باقیوں کو نہ دیا جائے۔ پھر یہ لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ جی جناب فرمائیے حافظ صاحب۔

حافظ حسین احمد: جناب چیئرمین صاحب! میں اس ضمن میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ بجائے اس کے کہ ہم اشتہارات اور ان مسائل میں الجھے ہیں۔ شروع سے یہ مطالبہ رہا ہے کہ پارلیمنٹ کی کارروائی کو براہ راست عوام کو دکھایا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک مسئلہ ہے جس پہ حکومت کم از کم غور کرے گی، خصوصاً ملک قاسم صاحب اس مسئلے کو لیں کے کیونکہ فوری طور پر میں سمجھتا ہوں کہ پارلیمنٹ جس کی supremacy کے دعویدار ہیں دنوں اطراف کے لوگ، ہم سمجھتے ہیں کہ پارلیمنٹ میں جو کچھ ہو رہا ہے کم از کم قوم کو پتہ چلے اور حقائق کا بھی ان کو علم ہو۔ اس کے ساتھ یہ بھی ہوگا کہ بڑی کوشش کے باوجود بھی ایوان میں امن و امان کی صورتحال ناگفتہ بہ رہتی ہے اور خواہ مخواہ کی بحثیں رونما ہوتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے یعنی ٹی وی پر براہ راست دکھانے سے یہ ہوگا کہ کم

از کم اس کو بھی کنٹرول کیا جاسکے گا۔

جناب چیئرمین! میں مختصراً ایک بات عرض کروں گا کہ اشتہارات کا جہاں تک مسئلہ ہے جی اس میں بھی ہم نے تمام اخلاقی حدود و قیود کو بلائے طاق رکھا ہے۔ خصوصاً میں گزارش کروں گا کہ اگر ہمارے منسٹر صاحب اس مسئلے کو لیں کہ ایک اشتہار آتا ہے، جناب فیملی پلاننگ والے روزانہ ٹیلی کاسٹ کرتے ہیں کہ "ماں باپ کی نادانیاں مستقبل کی پشیمانیاں" اور چیئرمین صاحب اور گھر میں بیٹھے ہوئے ماں، بہو اور بیٹی کے سامنے اس قسم کے اشتہارات اسلامی جمہوریہ پاکستان میں، یہ تو اللہ کا شکر ہے کہ موجودہ حکومت عملی طور پر اس پر عمل نہیں کرتی لیکن کم از کم جو صورتحال ہے سامنے، میں سمجھتا ہوں فیملی پلاننگ کے متعلق اس قسم کے نازیبا اشتہارات کا تدارک کیا جائے اور کوئی پوچھنے والا بھی نہیں ہے جی کہ بار بار اس گھر میں بیٹھی ہوئی خواتین کے سامنے اس قسم کی باتیں اور بچے پوچھتے ہیں جناب کہ کیا نادانیاں؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا تدارک کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں دوسرے اشتہارات میں جس انداز سے نسوانیت کی عصمت کو نیلام کیا جاتا ہے اور مصیبت یہ ہے کہ اگر بلیڈ کا اشتہار ہو یا کسی اور چیز کا اشتہار ہو، کھانسی یا کسی اور ایسی چیز کا جو خواتین کے استعمال میں نہیں آتی لیکن اس میں بھی خواتین اور صنف نازک کو تماشا بنایا جاتا ہے۔

جناب والا! میں ان الفاظ سے یہی گزارش کروں گا کہ میڈیا پالیسی کے لئے مستقل طور پر، میں سفارش کروں گا کہ جو کمیٹی ہے وہ ماشا اللہ فعال ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بھی کچھ فرائض مرتب کئے جائیں۔ اور خصوصاً اسلامی نظریاتی کونسل نے جو رپورٹ مرتب کی ہے اس پر نہ صرف بحث کی جائے بلکہ اس کے متعلق قانون سازی کی جائے۔ شکریہ جی۔

جناب چیئرمین: شکریہ جناب، جناب عبدالرحیم خان مندوخیل صاحب۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں پروفیسر صاحب نے جو یہاں رول 194 کے تحت موشن پیش کی ہے انفارمیشن میڈیا کے بارے میں اس پر بحث کے لئے، یہ بہت اہم موضوع ہے اور دس منٹ میں تو اس پر، ہم ایسے بھی طالب علم لوگ ہیں اور تحریک کی اہمیت پر ہم پوری طرح اپنے خیالات کا اظہار نہیں کر سکیں گے لیکن پھر بھی ہم مشکور ہیں کہ آپ نے موقع دیا۔

جناب چیئرمین! انفارمیشن میڈیا، اس کی اہمیت، اس کے رول، جیسے کہ پروفیسر صاحب نے بھی کہا یعنی اس کے معلوماتی رول، تعلیمی رول، تفریحی رول اور پھر یہ میڈیا آج کل کا جو الیکٹرانک کی جو ٹیکنالوجی آئی ہے اس نے تو بہت زیادہ اثر شروع کیا ہے اور بڑا موثر ہے اور میڈیا، میں ایک طالب علم کی حیثیت سے کہوں گا کہ میڈیا نیوٹرل نہیں ہو سکتا۔ میڈیا کو اگر آپ اپنے ملک، اپنے ملک کے مسائل کے اجاگر کرنے کے لئے، اس کے بارے میں صحیح راستہ بنانے کے لئے، ایک راہ عمل بنانے کے لئے استعمال کریں گے تو اس کا فائدہ ہوگا کہ ہم دنیا میں ایک ایسا ملک بنائیں گے کہ آج کی دنیا کی مشکلات اور مسائل حل کر سکیں اور اپنی ترقی کر سکیں اور اگر میڈیا استحصالی طبقات یا استحصالی قوتوں کے مفاد میں استعمال ہو تو ظاہر ہے ہمارے ملک کے مسائل نظر انداز ہونگے۔ یہی معلومات کے پہلو میں، تفریحی، تعلیمی، ہر جو رول ہے اس کا اس کو منفی استعمال کیا جاتا ہے یہ جو آج تمام دنیا میں ذرائع ابلاغ نے عالمی سطح پر استحصالی ملکوں کے سیاسی، معاشی، ثقافتی مفادات کو اس طرح پیش کیا ہے کہ تمام دنیا میں ان کا غلبہ ہو رہا ہے یعنی ابھی ہماری جو معاشی ترقی کا مسئلہ ہے آپ دیکھ سکتے ہیں کہ یورپ والے کس طرح وہ پیش کر رہے ہیں۔ وہ اس کو اپنے مفادات میں لیتے ہیں اور یہ پھر مسئلہ پیدا ہوتا ہے جو آج ہمارے سامنے ہے کہ ان کا ایک قسم کا ہم پر influence ہے۔ وہ influence سیاسی ہے، معاشی ہے، کلچرل ہے، ہر پہلو سے ہے۔ اسی طرح ملک میں بھی interested کلاسز ہیں، interested قوتیں ہیں یعنی جو بھی میڈیا ہے جناب والا! جو لوگ ان میں بیٹھے ہوئے ہیں ان کے interests ہیں۔ اگر وہ آپ ملک کے عوام اکثریت کے نقطہ نظر سے بات کرنا چاہیں تو معلوماتی طور پر بھی، تعلیمی طور پر بھی، تفریحی طور پر بھی وہ ایک خاص قسم کی لائن اختیار کریں گے اور اگر

ان کے استحصالی مفادات ہیں تو وہ بالکل اور ہی تصویر آپ کے سامنے پیش کریں گے اور ہمارے ملک میں بد قسمتی یہ ہے کہ پریس یا اس کے ساتھ دوسرے جو بھی میڈیا ہیں وہ ہمارے مسائل ہماری مجموعی طور پر ترقی کا مسئلہ، معاشی، صنعتی، زرعی ترقی، تعلیمی ترقی اس کا عشر عشیر بھی، ملک کے صوبوں کے حوالے سے استعمال نہیں ہو رہا بلکہ اس میں مسلسل ایسا عمل کیا جاتا ہے کہ سچ کو جھوٹ، جھوٹ کو سچ۔ حق کو باطل، باطل کو حق بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ ہمارے ملک کے ادارہ ابلاغ میں بڑے اچھے دانشور ہیں، بڑے مخلص لوگ ہیں۔ بالکل صحیح معنوں میں ملک کے حوالے سے ، عوام کے حوالے سے، صوبوں کے حوالے سے وہ بالکل اپنے ملک کو ترقی دینا چاہتے ہیں لیکن یہ ابلاغ کے ذرائع کس کے ہاتھ میں ہیں یعنی ایک شخص جتنا بھی ہمارے ملک کی ترقی چاہتا ہو یا عوام کے مسائل حل کرنا چاہتا ہوں لیکن جب ایک اخبار میں وہ آتا ہے وہ اخبار کا جو مالک ہے یا جو ادارہ ہے وہ کیا سوچتا ہے۔ اسی طرح یہاں گورنمنٹ کو لیتے ہیں، گورنمنٹ میں کون لوگ ہیں۔ ان کے کیا interests ہیں۔ گورنمنٹ کے کیا مفادات ہیں۔ اس میں پریس والے جتنا بھی صحیح سوچیں یہاں ہمارے ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر بہت اچھے دانشور جو بہت اچھا سین پیش کر سکتے ہیں جناب والا! بلکہ ہم کبھی کبھی دیکھتے ہیں ریڈیو ٹیلی ویژن پر بہت اچھا سین پیش کیا جاتا ہے اور لوگ بڑا اسے پسند کرتے ہیں لیکن جو interested قوتیں ہیں وہ آیا ان کو چھوڑتی ہیں۔

ابھی یہ اخبارات میں اشتہارات کا جو مسئلہ ہے پریس کے دانشور اور ملک کے عوام کے وفادار مجموعی طور پر انسانیت کی ترقی چاہنے والے ہمارے دین پر ایمان رکھنے والے لوگ ہیں لیکن کیا وہ جو ادارے ہیں جو پریس میں اشتہارات دینے کے حکومت کے اختیارات ہیں اور دوسری مراعات دینے کے اختیارات ہیں وہ کیسے استعمال ہوتے ہیں۔ یہ واضح بات ہے کہ پریس میں مجموعی طور ...... یعنی میں یہ کسی پر پرسنل بات نہیں کر رہا بہت اچھے پریس والوں کے بارے میں بھی لوگوں کی رائے یہ ہے کہ وہ کسی اور کے لوگ ہیں۔ وہ کیوں کرتے ہیں۔ وہ اس لئے جناب والا! کہ انسان میں کمزوریاں ہیں، ان کے بچوں کے روزگار کا مسئلہ ہوتا ہے، ان کے دوسرے مسائل ہوتے ہیں۔ اگر آپ اس کی مجبوریوں سے ناجائز فائدہ لیں تو وہ جتنی بھی resist کرنے کی قوت اس میں ہو آخر میں وہ collapse ہو جاتا ہے۔

تو عرض یہ ہے کہ اسی طرح عالمی سطح پر لیتے ہیں۔ دنیا کے جو ٹیلی ویژن اور دوسرے ریڈیو ہیں جیسے کہ پروفیسر صاحب نے فرمایا یہ فقرہ میں نے پورا سنا نہیں لیکن اس کا میں نے مفہوم لیا اندازہ لگایا کہ اب یورپ والے جو بھی تصویر کسی ملک کی یا جو مکروہ شکل وہ دینا چاہیں وہ یورپ والے دے سکتے ہیں۔ اگر یہاں ہمارے ملک میں ..... میں کسی پارٹی کی بات نہیں کر رہا ہوں .... اگر کسی پارٹی نے یا کسی فرد نے ہمارے ملک کے مفاد میں کوئی پالیسی بنائی بس آپ سمجھیں دوسرے دن اس کا ایک مکروہ چہرہ وہ دکھائے گا۔ ایسا مکروہ چہرہ کہ ہم جب اخبارات صبح پڑھیں گے جس پر اپنے چار پانچ روپے ہم خرچ کریں گے تو اس میں آپ دیکھیں گے کہ ہمارے بہترین لوگوں کا مکروہ چہرہ وہ بنا دیتے ہیں اور ہمیں اپنے ان لوگوں سے جو ہمارے لئے صحیح پالیسیاں بناتے ہیں، جو ہم جانتے ہیں کہ ہمارے ملک کا اس میں فائدہ ہے وہ ہمارے سامنے وہ مکروہ شکل میں دے دیتے ہیں اور وہ پھر رائے عامہ بناتے ہیں۔ یورپ والوں کے پاس جناب والا! اس سے بہت بڑی مالیاتی اور ٹیکنالوجیکل اور دوسرے expertise کے حوالے سے اتنی طاقت ہے، انہوں نے تمام دنیا کو انسانیت کے ہر پہلو سے سیاسی، معاشی، اخلاقی، دینی پہلوؤں سے اپنے مفادات کے لئے استعمال کرکے اور دنیا کی اچھی اقدار کو وہ بالکل نکال رہے ہیں اور ہم ظاہر ہے اس حوالے سے مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہ تمام عالم کا مسئلہ ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ جناب والا! ہمارے پالیسی یہ ہونی چاہیئے اور اگر ہم ملک کی پارٹیوں کی حیثیت سے اس میں اخلاص سے کام کر سکتے ہیں تو ہمیں اپنے میڈیا کو خواہ وہ اپنی گورنمنٹ کے ادارے ہوں، خواہ ہمارے دوسرے اخبارات ہوں ایسا موقع دینا چاہیئے اگر ہم اس ملک کے عوام کے وفادار، اگر ہم عالمی سطح پر دنیا کے مظلوم انسانوں کے، محکوم قوتوں کے ہم وفادار ہیں اور انسانیت کے لئے اسلام کے علمبردار ہیں تو ہماری ذمہ داری یہ بنتی ہے جناب والا! کہ ہم ایسے مواقع فراہم کریں۔ ہم اسی طرح پالیسی بنائیں۔

جناب والا! مجموعی طور پر ہمارے ملک کے حوالے سے ہمارے مسائل ہیں ہم پسماندہ یا جیسے کہ انہوں نے کہا کہ ہم under developed ہیں یعنی ہم ان معنوں میں پسماندہ نہیں ہیں کہ ہم values نہیں رکھتے ہم انسانیت کے بہت اچھے اچھے اصولوں کے علمبردار ہیں اچھی اچھی اقدار کے علمبردار ہیں لیکن معاشی طور پر انگریزوں نے ہمیں غلام بنایا اور اس

کے بعد 47 سال میں یہاں ایسی پالیسیاں بنیں کہ ابھی ہمارے وزیر داخلہ صاحب بڑے پریشان ہو رہے تھے کہ اختیارات صوبے کو ملیں، ورنہ ہر چیز سے جناب والا! ہمیں محروم کیا گیا۔ میڈیا نے اس چیز کو سپورٹ کیا۔ ابھی ہماری زبان آپ دیکھیں میں یہ کہوں گا ہمارے روزگار کا مسئلہ، ہمارے صنعتی معاشی مجموعی ترقی کا مسئلہ ہے۔ یہ اجاگر ہونے چاہئیں ابھی ہماری پالیسی اس طرح ہونی چاہیئے۔

اب ہماری زبان کا مسئلہ ہے (پشتو کا) جناب والا! آپ اندازہ لگائیں ہم اس ملک کے باشندے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ اس ملک کے ہم عوام جو ہیں خواہ وہ پنجابی ہے پختون ہے بلوچ ہے سندھی ہے اس ملک کا باشندہ ہے اور یہ ملک ان سے بنا ہے۔ یہ اس کے component parts ہیں لیکن یہاں سب سے زیادہ پشتو کو زندگی کے ہر فیلڈ سے آپ نکال رہے ہیں پریس ایسا ہے، ٹیلیویژن میں ابھی آپ دیکھیں جناب والا، پتہ نہیں میں تو ٹی وی بہت کم دیکھتا ہوں جناب والا! ہفتے میں کوئی تیس منٹ ہیں یا ایک گھنٹہ ہے، اب کتنے گھنٹے ہفتے کے ٹیلیویژن کے مختلف زبانوں کے ہوتے ہیں لیکن پشتو جو ہے یہاں پاکستان کا چوتھائی حصہ ہے، لیکن اس کی زبان کو آدھا گھنٹہ، یا ایک گھنٹہ، اب وہ ایک گھنٹہ بھی آپ ذرا اندازہ لگا سکتے ہیں اس کے لئے بھی پریس والے کہتے ہیں دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ ایسا طریقہ نکالا گیا کہ ہندکو کو اس کے مقابلے میں لایا گیا اب آدھا گھنٹہ مقابلہ میں ڈالو ہندکو یا چترالی یا پشتو، بابا ایک چینل دے دو ہم ٹیکس دیتے ہیں ہم اس ملک کے باشندے ہیں ایک چینل دو یعنی سات گھنٹے کا آٹھ گھنٹے کا اور اس میں چترالی بھی دو گھنٹے ہو ہندکو بھی دو گھنٹے ہو۔ اسی طرح دوسری چیزیں ہیں۔

جناب والا! مجموعی طور پر یہ چیزیں ہمارے ابلاغ کی پالیسی کو استحصالی قوتوں کی خدمت کے لئے خواہ وہ ملکی سطح پر ہوں، خواہ وہ عالمی سطح پر ہوں، استعمال کیا گیا ہے۔ اگر ہم واقعی اپنے ملک کی ترقی چاہتے ہیں جناب والا! تو ہمیں اس پالیسی کو عوام کے مسائل اجاگر کرنے عوام کے مسائل کا حل تلاش کرنے کے لئے استعمال کرنا چاہیئے۔ اس طرح سے بالکل آپ کا ایک مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے ملک کے کون سے مسئلے ہیں اور کیا priorities

ہیں دوسری اخبار والے کہیں گے فلاں priority اور ابلاغ والے کہیں گے فلاں periorty لیکن یہاں پر مسئلہ یہ ہے کہ یہ periorty کیسے متعین کی جائے اس وقت ملک میں سب سے بڑا مسئلہ بیروزگاری کا ہے اب اگر ہم اپنے آپ کو ایسا سادہ بنائیں سادہ لوح بنائیں کہ ایک چپڑاسی کی ملازمت کے لئے لوگ وزیراعظم کی سفارش تلاش کریں۔ کہتے ہیں کہ پابندی عائد ہے تو پھر پابندی کے باوجود بعض کو ملازمت کیسے مل جاتی ہے۔ جناب والا! اندرون خانہ پابندی نہیں ہے۔ اور یہاں ہم اس طرح پراجیکٹ کرتے ہیں کہ جیسے کہ بالکل ملک کے مسائل حل ہوگئے اور ہم ترقی کے راستے پر جا رہے ہیں۔

اسی طرح ہماری تعلیم کا مسئلہ ہے جناب والا! ابھی میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارے کوئٹہ کے متعلق جیسے سب کو معلوم ہے ہر جگہ ہے، لیکن ہمارا پانی کا مسئلہ اس stage پر پہنچا ہے کہ واٹرٹیبل ابھی اتنا نیچے جا رہا ہے کہ کچھ وقت کے بعد ہمارے غریب لوگ جناب والا! بالکل اس سے محروم ہو جائیں گے۔ اب اس حوالے سے اگر آپ ایک دن کا آپ اخبار اٹھائیں تو اس کے صفحات پر قسم قسم کی تصویریں آپ دیکھیں گے قسم قسم کی عجیب چیزیں دیکھیں گے لیکن پانی کے مسئلے پر ہم کیا لکھتے ہیں، ہم کیا لکھتے ہیں ہمیں کیا لکھنا چاہیئے۔ جناب والا! میں اس معزز ایوان کا ٹائم نہیں لینا چاہتا۔ بنیادی چیز یہ ہے کہ ہم اپنے ملک کے مسائل کو ایک دوسرے سے نہ الجھائیں کہ چونکہ ہم برسراقتدار پارٹی ہیں یا ہم مخالف پارٹی ہیں لہذا مخالف کو میں نے تنگ کرنا ہے ابھی بہت باتیں باقی ہیں لیکن کیا ضرورت ہے کہ یہاں بیان کروں۔ جناب والا! ہم کسی اپنے opponent کو مسخ کیوں کریں میں یہ کہوں گا سچ کوئی بات ہے تو ہمیں openly کہنی چاہیئے کہ ان میں یہ غلطی ہے برسراقتدار ہوں یا اپوزیشن میں یا کوئی اور ہو، لیکن اگر اس میں نہیں ہے تو ہم کیوں اپنی طرف سے بنائیں۔ کیا یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف نہیں، ہمارے ملک کی روایات کے خلاف نہیں، انسانیت کے خلاف نہیں، اور کیا اس طرح ہم ترقی کر سکتے ہیں۔ لہذا جناب والا! ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے مسائل اور حقائق کو بالکل صحیح معنوں میں پیش کریں بغیر کسی ذاتی انٹرسٹ کے، ملک کے عوام کے انٹرسٹ تمام ملک کے انٹرسٹ اور انسانیت کے انٹرسٹ میں دیکھیں۔ اس کے علاوہ جناب والا! تعلیمی پہلو ہے ہمیں چاہیئے کہ میڈیا کو اس

کے حق میں استعمال کریں، اپنے مسائل کو اجاگر کریں ان مسائل کا حل پیش کریں اور اس طرح یہ ہمارے حق میں ہے۔ اسی طرح عالمی سطح پر اب یہ اگر ہم resist کریں دنیا کی ان ظالم قوتوں کے خلاف۔ ابھی ہم یہاں پہ کہتے ہیں کہ یونی پولر سسٹم ہے۔ ہم اعلان کرتے ہیں کہ نہیں نہیں ہم نہیں مانتے ہیں۔ اب یونی پولر سسٹم ہم نے خود بنایا اور ہم نے اس پر باقاعدہ struggle کیا تمام دنیا کی قوتوں کو ہم نے مانا ہم نے ان کے خلاف سازشیں کیں ہم نے ان قوتوں کو مکروہ بھی کہا ہے۔ اب جب امریکہ کا غلبہ ہوا اب ہم کہتے ہیں کہ جناب یہ یونی پولر سسٹم ہم نہیں مانیں گے۔ آپ کیسے نہیں مانیں گے آپ نے بنایا ہے۔ اس کو طاقت آپ نے دی ہے۔ پھر بھی ہم اس کو تبدیل کر سکتے ہیں۔ اس situation کو اگر ہم صحیح طور پر لیں تو ہم آہستہ آہستہ عالمی سطح پر ان قوتوں کو بالکل expose کر سکتے ہیں۔ رہ گیا تفریحی پہلو اس کا بالکل ثبوت ہے کہ وہ بھی ہمارے زندگی کی اقدار کے لئے آک ہے۔ جناب والا! ابھی جو جرائم اور violence یہاں ہو رہے ہیں یہ یورپ والے کیوں لا رہے ہیں وہ مسائل سے توجہ ہٹانے کے لئے کر رہے ہیں۔ کہ ہمارے نوجوانوں کی ان مسائل کی طرف توجہ نہ ہو، ہمارے ملک کے عوام کی توجہ نہ ہو، اور وہ ایسی چیزوں میں involve ہوں جو ایک قسم کا نشہ ہے۔ criminal بنیں اس میں انوالو ہوں۔

تعلیم کا مسئلہ۔ تعلیم کے بارے میں آپ کو علم ہے جناب والا! کہ ہماری پبلک ٹریژری سے جو کالجز اور سکول بنے تھے ان تمام سکولوں کو عوام کے فیلڈ سے نکالا جا رہا ہے۔ اب بالکل بڑے بڑے اپر کلاسز کے کالجز اور سکول بن رہے ہیں جس میں آپ دیکھ سکتے ہیں مثلاً یہ خضدار کالج، ابھی فضل آغا صاحب نے اس پر قرارداد بھی پیش کی ہے باقی مسائل کے علاوہ خضدار کالج میں اور ہمارے انجنیرنگ کالجز میں جناب والا! باقاعدہ seats فروخت ہوتی ہیں گورنمنٹ کے قانون کے تحت جس کے معنی کیا ہیں ایک آدمی ایک لاکھ روپے میں سیٹ خریدتا ہے اب ایک لاکھ میں کون سا شخص سیٹ خرید سکتا ہے تعلیم کے بارے میں گورنمنٹ کی جو پالیسی بنے اس کو آپ پراجیکٹ نہ کریں۔ تو کیا کریں پریس کی یہ ڈیوٹی ہے، میڈیا کی یہ ڈیوٹی ہے اس کو پروجیکٹ کریں۔ ابھی جیسا کہ سندھ کا مسئلہ ہے۔ ہم کہتے ہیں ڈاکوؤں کا مسئلہ ہے جناب والا۔ !

جناب چیرمین: جی اب wind up کریں۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل: ابھی ختم کرتا ہوں۔ ڈاکوؤں کا مسئلہ ہے۔ ہم پوچھتے کہ ہزاروں انسان ڈاکو کیسے بنے؟ کون بنے؟ اس لئے بنے کہ وہاں روزگار کا مسئلہ تھا، معاشی مسئلہ تھا، سیاسی مسئلہ تھا، وہ پریس نے پراجیکٹ نہیں کیا۔ عوام کو lead نہیں دی، راہنمائی نہیں دی، لہذا لوگوں نے ایک نیا طریقہ نکالا اور طریقہ یہ ہے کہ بس جو بھی دوسرے کے پاس ہے وہ ڈاکے سے لے لے۔ ابھی آپ دیکھیں کہ تمام ملک میں یہ بات عام ہے۔ ایک دن میں اخبار پڑھ رہا تھا کہ فوجی فاؤنڈیشن پر حملہ ہوا۔ بائیس لاکھ روپے لوٹے گئے۔ اب کیا ہوگا جناب کہیں گے اس کو پوائنٹ آؤٹ مت کرو لہذا لوگوں کو criminal بناؤ۔ اور پھر جو یہ کہو کہ جی لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ ہے اُس سے کام نہیں بنتا۔ جناب والا! آپ کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن یہ ہے کہ ایسی پالیسی کہ ہمارے مسائل پراجیکٹ ہوں اور وہ حل ہوں۔ اس طرح ہم یہ حل کر سکتے ہیں۔ مہربانی۔

جناب چیئرمین: جی ملک محمد قاسم صاحب۔

Malik Muhammad Qasim: Sir, I just want to give a little information to the House and through you sir, to the press also that the walk out it staged a little while ago, the Inspector General of Police, Islamabad has informed that the orders of Home Minister have been carried out and those three officials have been suspended, removed from the course and an inquiry has been ordered.

Mr. Chairman: Next is Akhunzada Behrawar Saeed Sahib.

جی آپ کا نام اس کے بعد آرہا ہے جی۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: آعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمان الرحیم۔ بہت شکریہ جناب چیئرمین جو موشن پیش کی گئی ہے وہ ہے This House may discuss the role of information in the Country. اس کو confine کیا گیا ہے کہ انفارمیشن یا ذرائع ابلاغ کا جو رول ہے وہ اس ملک میں کیا ہے؟ اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک یہ کہ ذرائع ابلاغ کا کردار کیا ہونا چاہیئے۔ اس کے کیا مقاصد ہیں۔ اور کن مقاصد کے لئے وہ اپنی ساری کوشش کرے اور اس کی طرف متوجہ؟ مثلاً تعلیم کی طرف، معاشی بہبود کی طرف، قومی ترقی کی طرف اور دیگر قومی مسائل کی طرف۔ اگر وہ ذرائع ابلاغ چاہے وہ گورنمنٹ کنٹرولڈ ہے، چاہے وہ کسی گروپ کے کنٹرول میں ہے، چاہے کوئی آزاد اخبار (اگر ہے تو) جن مقاصد کے لئے میڈیا کا تصور ہے وہ تو وہی ہے جو پروفیسر صاحب نے اپنی تقریر کے شروع میں کہا۔ میں اس میں جانا نہیں چاہتا کہ اس کی جو proposition ہے اس ملک میں اس کا کیا رول ہے؟ میں اس پر اپنے خیالات کا اظہار کرنے کی کوشش کروں گا کہ ہماری بدقسمتی ہے کہ اس ملک میں، گو کہ ہم نے اسلام کے نام پر اسے حاصل کیا تھا، اور جو ذرائع ابلاغ اس وقت اس ملک میں کام کر رہے ہیں چاہے وہ الیکٹرانک ہے، چاہے وہ پریس ہے اس کو ایسے طریقے سے استعمال کیا جا رہا ہے، میں یہ کہوں گا کہ اس میں سب کچھ ہو رہا ہے مگر وہ اسلامک نہیں۔ جناب والا! اس وقت اس ملک میں ذرائع ابلاغ سے جو کام لیا جا رہا ہے، میں نے دیکھا ہے، کئی جگہ دیکھا ہے، اپنے علاقے میں دیکھا ہے کہ جونہی خبروں کا وقت آتا ہے، خاص کر نو بجے تو وہ ٹی وی آف کر دیتے ہیں۔ ریڈیو بند کر لیتے ہیں، بجلی چلی جائے یا نہ چلی جائے لیکن وہ لوگ اتنے تنگ ہوگئے ہیں ایک چیز کو سن سن کر، ایک جو گیت گایا جا رہا ہے، کھولو تو کیا وزیراعظم صاحب نے فرمایا، وزیراعظم صاحب نے یہ کیا۔ یہ کرشمہ کیا، وہ کردار ادا کیا، وہ آسمان کا تارا توڑا۔ پھر اس کے بعد جو آتا ہے فلاں وزیر صاحب نے فلاں وزیر صاحب نے اور وہ ٹائم آخر پر آجاتا ہے اس کے بعد وہ موسم پر آجاتا ہے اور اس وقت خبریں کیا دی جاتی ہیں کہ پھر سارے ملک میں موسم خشک رہے گا۔ یہ اس کا آخر ہے۔ ہر دور میں ہوا۔ جناب میں نے تو یہ نہیں کہا کہ ہر دور میں نہیں ہوتا۔ ہر دور میں ڈی آئی جی کا یہی کردار ہوتا ہے۔ تو اس میں بھی ہے۔ میں عرض کر رہا تھا ..... (مداخلت)

جناب چیئرمین: کہیں کہیں گرج چمک کے ساتھ۔ تاکہ بارش ہو جائے تو کہہ سکیں کہ ہم نے تو کہہ دیا تھا۔

(مداخلت)

اخونزادہ بہرہ ور سعید: بارش تو اب خدا کا کام ہے۔ جو احادیث ہم نے پڑھی ہیں ان میں تو یہ ہے کہ ایک کورا پڑا، پارلیمنٹ کو دوسرا کورا پڑ رہا ہے اب زمینداری کو، زراعت کو یا اس ملک کو تیسرا کورا جب پڑے گا تو خدا خیر کرے کیا آفت آئے گی۔ جناب والا! ابھی حافظ حسین صاحب نے فرمایا کہ ہم زیادہ تر کوشش کرتے ہیں۔ اور صرف ہم نہیں آپ گاؤں میں جائیے، پہاڑی علاقوں میں جائیے، دور دراز کے علاقوں میں جائیے، وہ یہی کوشش کریں گے کہ بی بی سی کی خبریں سنیں۔ وہ بی بی سی کی خبریں سنتے ہیں بڑے شوق سے مگر پی ٹی وی کو شام کو نہیں سنتے۔ یہ کیوں ہے آخر؟ ان کے جو تصورات ہیں، جو ان کی امیدیں ہیں، جو امیدیں وابستہ کی تھیں آخر ان کو ایسی ضرب اور ایسی ٹھیس کیوں لگی؟ اس ملک میں ذرائع ابلاغ کے استعمال کے لئے ڈسکشن تو کی جاتی ہے وہ بھی ایک پالیسی لائیں شاید اس پر۔ بیس دن کی حکومت میں یہ ہوا۔ دو مہینے کی حکومت میں یہ ہوا، 105 دن میں یہ ہوا۔ یہ پھر ڈسکس کئے جاتے ہیں اور بیٹھ جاتے ہیں۔ بلائے ہیں وہ فلانے۔ جناب والا! اب دیکھیئے کہ پریس کے ساتھ جو اتنے ہم زور و شور سے، خاص کر موجودہ حکمران جو اتنے زور و شور سے پریس کے حامی تھے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہے؟ جو گورنمنٹ آتی ہے وہ ریڈیو میں اور ٹی وی میں کتنی بڑی changes لاتی ہے۔ وہی لوگ جو ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں، جو ان کو سپورٹ کرتے ہیں ان کو لا کر وہاں بٹھا دیتے ہیں دوسروں کو ہٹا دیا جاتا ہے۔ اب یہ ہم گلہ کرتے ہیں کہ بیرونی پریس۔ بیرونی پریس سے ہم گلہ کیوں کریں۔ مغربی پریس سے ہم گلہ کیوں کریں ان کا تو مقصد ہی یہی ہے کہ وہ کسی طریقے سے ایشیا میں یا اسلامی ملکوں میں ایسی چیز عوام کے دماغ میں ٹھونس دی جائیں جس سے کہ وہاں کے عوام کی توجہ ان مسائل سے ہٹ جائے جو ملک کے مفاد میں

ہے، جو اس قوم کے مفاد میں ہے۔ اب ہمارا جناب والا! اپنی میڈیا پر اعتماد اتنا کمزور کر دیا گیا ہے کہ جو حکومت میں آنا چاہتی ہے یا حکومت میں آتے ہیں یا لائے جاتے ہیں ان کے لئے اپنے ذرائع ابلاغ پر تو یقین نہیں کیا جاتا۔ یہودی لابی میں سے کسی کو کرایہ پر لے آئیں اور پھر اس یہودی لابی کے بتائے ہوئے (++++) وہ چیز اڑ جاتی ہے مگر جناب والا! ایک لفظ کو آپ بدلیں ---- کیا ہے وہ چیز ---fundamentalist اب وہ اس کو کس طریقے سے پیش کرتے ہیں۔ وحشی لوگ، وحشیانہ طریقہ، ظالم --- مگر جاننے کی کوشش نہیں کی گئی ہے کہ fundamentalist کیا چیز ہے۔ امریکہ میں ایک صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ یہ fundamentalist کیا ہے، میں نے ان سے پوچھا کہ آپ عیسائی ہیں انہوں نے کہا کہ ہاں، میں نے کہا کہ I wish you should be a fundamentalist and I wish and should be fundamentalist اب ہماری پریس کو، یا ہمارے میڈیا کو یہ ہمت نہیں ہے کہ اس مسئلہ کو اٹھا سکیں کہ fundamentalist کیا ہوتا ہے۔ وہ fundamentalist جو کہ اپنے مذہب کے، اپنے دین کے بنیادی اصولوں پر سختی سے یقین کرتا ہے وہ fundamentalist ہے۔ اسلام میں تو وہ صحیح ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ ایسا ہر ایک ہو اور میں بھی ہوں۔ جس طریقے سے فارن پریس یا فارن میڈیا اس کو پیش کرتی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

ہمارے ہاں جو اپنے آپ کو بڑے advance لوگ کہتے ہیں، وہ بھی اس چیز کو استعمال کرتے ہیں جیسے وہاں لوگ چاہتے ہیں۔ جناب والا! میڈیا کو جو اس وقت گورنمنٹ کے کنٹرول میں ہے، کچھ تو سوچنا چاہیئے کہ پندرہ منٹ اور بیس منٹ کی جو خبریں ہیں، اس میں ایک یا دو منٹ بین الاقوامی خبروں کے ہیں، یہ تو صحیح ہیں، ان میں سے کچھ پانچ چار منٹ کی خبریں اپوزیشن میں جو لوگ ہیں ان کو بھی دے دیں اور باقی اپنے گن گا لیں۔ جناب والا! اب آپ دیکھیئے کہ ملک کی وزیراعظم چین گئیں، کوریا گئیں، ایران گئیں، ترکی گئیں، اس اس کو بڑے ہائی پیمانے پر پیش کیا گیا۔

جناب چیئرمین: اب آپ وائنڈ اپ کریں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: جی وائنڈ اپ ؟

جناب چیئرمین: ہاں، دس منٹ کا وقت ہے۔

اخونزداہ بہرہ ور سعید: جناب، یہ وہ دس منٹ نہیں ہیں بلکہ وہ دس منٹ ہیں جو آپ نے ان کو دیئے ہیں۔ وہی دس منٹ میں بھی لوں گا۔

جناب چیئرمین: میں نے کہا ہے کہ آپ وائنڈ اپ شروع کر دیں ----

اخونزادہ بہرہ ور سعید: جناب! آپ وائنڈ اپ کی بات کرتے ہیں میں تو ابھی وارم اپ ہو رہا ہوں۔ جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ وہ اس کا حق ہے ملک کی وزیراعظم ہے۔

جناب چیئرمین: مقصد آپ کا یہ ہے کہ جو خبر نامہ ہے اس میں سب کو موقع ملنا چاہیئے۔ اپوزیشن کو موقع ملنا چاہیئے۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: آپ صحیح کہتے ہیں، لیکن جس طریقے سے میں کہنا چاہتا ہوں آپ مجھے اس طریقے سے کہنے کی اجازت دیں۔

میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ وزیراعظم کو تو مختلف طریقے سے پیش کیا جاتا ہے لیکن ان میں اتنی بھی جرات نہیں ہے کہ سابقہ وزیراعظم جو اپوزیشن کے لیڈر ہیں جب وہ ترکی گئے اور بوسنیا گئے، انہوں نے وہاں جو کچھ کیا، اس کی انہوں نے ایک جھلک بھی نہیں دکھائی ہے۔ کیا ان میں یہ جرات نہیں ہے کہ وہ یہ بتائیں کہ انہوں نے عالمی فنڈ قائم کرنے کی کوشش کی ہے، انہوں نے اپنی طرف سے دو کروڑ روپے دینے کا وعدہ کیا ہے

انہوں نے ہسپتال میں جا کر اپنا خون دیا ہے۔ یہ کیا بری بات ہے، اس کو قوم کے سامنے پیش کریں۔ یہاں پرسوٹ بھی ڈالیں تو ہا ہا ہا بیگم صاحب نے سوٹ ڈالی۔ یہ ایسی چیز نہیں ہونی چاہیئے۔

Jam Haji Karrauddin: Sir, this word "   " are un-parliamentary.

جناب چیئرمین: نہیں نہیں یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

Jam Haji Karrauddin: He should confine to the motion the way said "   " it must be expunged and he should confine behalf to the motion.

جناب چیئرمین: جی جناب بہرہ ور سعید صاحب۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: جی، میں عرض کر رہا تھا کہ اس میڈیا پر ہمارا بھی حق ہے۔ ہر پاکستان کا اس پر حق ہے۔ ہمارے عوام کا پیسہ اس پر خرچ ہوتا ہے۔ یہ بے شک اپنی باتوں کو بڑھا چڑھا کر پیش کریں۔ لیکن جو حقیقت ہے وہ بھی بیان کریں۔ میں نے عرض کیا ہے کہ میاں نواز شریف صاحب نے بوسنیا میں جا کر، طوفان میں جا کر، حالت جنگ میں برفباری میں وہاں کے حالات دیکھے ہیں۔ وہاں انہوں نے کیا کیا کردار ادا کیا۔ میڈیا میں یہ جرات نہیں ہے کہ اس کو بھی دکھائیں کیا یہ نہیں چاہتے ہیں کہ اس ملک کا ایک فرد جا کر وہاں یہ کام کرے۔ اگر وہ پیپلز پارٹی کا کوئی بندہ ہوتا تو بڑھا چڑھا کر اس کو پیش کرتے۔ اگر موجودہ حکومت کا کوئی وزیر ہوتا ہے، اگر میرے بھائی اقبال حیدر صاحب ہوتے تو اسے بھی بڑھا چڑھا کر پیش کرتے۔

میں عرض کرتا ہوں کہ سازشوں کو کیوں پیش نہیں کرتے ---- سازشوں کے لئے ان کا اپنا بڑا سٹائل ہوتا ہے کہ وہ خود بنا کر ایک چیز لے آتے ہیں۔ اپنی گاڑی کا شیشہ توڑ کر وہ بناتے ہیں کہ یہ سازش ہوئی ہے۔ لیکن جس پر قاتلانہ حملے ہوئے ہیں، اس کو یہ کہتے ہیں کہ ڈرامہ ہے۔ اس طرح جناب یہ واقعات کو پیش کرتے ہیں۔

یہ جناب والا! گورنمنٹ کنٹرولڈ پریس ہے، مجھے جناب ہمیشہ دکھ ہوتا ہے جب میں پاکستان ٹائمز کو اٹھا کر پڑھتا ہوں۔ جب میں طالب علم تھا پہلی دفعہ اس کی اشاعت ہوئی تھی۔ اس کا دفتر مال روڈ پر سول اینڈ ملٹری گزٹ میں تھا۔ اس کا جو پہلا پیپر نکلا تو اس کو جتنے بھی طلباء تھے سب نے اٹھا کر بیچا۔ لیکن آج اس پاکستان ٹائمز میں اس وقت کی تھوڑی سی جھلک بھی ہوتی تو یہ اخبار اتنا بڑا نفع دیتا۔ It was founded by Quaid-e-Azam شرم ہونی چاہیئے کہ اس اخبار کو جس نے پاکستان کی تشکیل میں اتنا بڑا role perform کیا ہے، اس کو مفلوج کر دیا گیا ہے۔

جناب والا! آپ ان کا ہر بار کا manifesto اٹھا کر دیکھیئے، اس میں یہی کہتے ہیں کہ حکومت کے کنٹرول میں جو اخباریں ہیں ان کو ہم آزاد کر دیں گے۔ لیکن جب ان کی حکومت آتی ہے تو کہتی ہے We will change it into a benevolent press

(مداخلت)

جناب والا! میں یہی عرض کرتا ہوں کہ اس پر سوچنا چاہیئے۔ ہمارے ملک میں پریس کے بارے میں جو موجودہ حکومت نے پالیسی تبدیل کی ہے، اس سے ان کو فائدہ نہیں ہوگا، اس سے نفرت ضرور بڑھے گی۔ یہ چیز ان کے مفاد میں بھی نہیں ہے اور نہ ہی ملک کے مفاد میں ہے۔

جناب چیئرمین: شکریہ -

اخونزادہ بہرہ ور سعید: جناب والا.......

میر عبدالجبار: جناب والا! گزارش ہے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ ہمیں پابند کریں کہ ہم موشن پر بولیں آگے پیچھے نہ بولیں۔ غالباً یہ وقت کا ضیاع ہے اور اس سے کوئی مطلب حاصل بھی نہیں ہوگا۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ تحریک جاری ہے اور یہ 26 دسمبر 1993ء کو پیش کی گئی تھی اور غالباً یہ اس سے ایک سال پہلے کی بات ہے۔

جناب چیئرمین: نہیں یہ ابھی پیش کی ہے۔

میر عبدالجبار: ٹھیک ہے، بہرحال آپ ہمیں پابند کریں کہ ہم اپنے موشن پر ہی بولیں ۔

جناب چیئرمین: آپ کے پاس دس منٹ ہیں چاہے آپ موشن پر بولیں یا ویسے بول کر ضائع کر دیں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: پھر جناب والا! جو انہوں نے شروع کیا ہے انہوں نے ہر ایک اخبار میں ایک حقانی اور ایک ناحقانی رکھا ہے، اسی طرح سے یہ اخبار کے اشتہارات کو کنٹرول کرتے ہیں۔ ان کی اشاعت کو کنٹرول کرتے ہیں یہ طریقہ ملک کے مفاد میں نہیں ہے، یہ پارٹی کے مفاد میں بھی نہیں ہے یہ ٹھیک ہے کہ ایک بندے کے مفاد میں ضرور ہوگا۔ لیکن ملکی مفاد میں انشاء اللہ نہیں ہوگا۔ اس لئے یہ disinformation کے طریقے بھی بند کردیں۔ ملک کے مفاد میں یہی ہے کہ میڈیا کے استعمال کا جس طریقے سے ملک کو فائدہ ہوتا ہے اسی کو استعمال کیا جائے نہ کہ اپنے ذاتی اور اپنے خاندان کے لئے استعمال کریں جو وہ کر رہے ہیں اور جو کہ غلط ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: میں وضاحت کردوں کہ ہر ایک ممبر کو دس منٹ دیئے جا رہے ہیں-
جی ، ڈاکٹر ریحان صاحب، نمبر تو فصیح اقبال صاحب کا تھا لیکن وہ نہیں ہیں-

ڈاکٹر محمد ریحان: جناب چیئرمین! آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے اظہار خیال کا موقع دیا میں بشمول اپنے دوستوں کے پروفیسر خورشید صاحب کا مشکور ہوں کہ وہ ایک اہم مسئلہ ایوان کے سامنے لے آئے- جناب والا! میڈیا کی اہمیت سب جانتے ہیں- جناب والا! جمہوریت میں پریس کی آزادی ایک اہم ستون ہے- یہ پریس اور میڈیا ہی ہوتا ہے جو اپنے ملک کے عوام کو یا دوسری دنیا کے لوگوں کو بتا سکے کہ ہم کیا کر رہے ہیں کس طرح چل رہے ہیں اور کیا کچھ ہم کرنے والے ہیں- جناب والا! آج ہم کہتے ہیں کہ فلاں فلاں ممالک جو ہیں وہ ترقی یافتہ ہیں تو وہ صرف اس لحاظ سے نہیں کہ وہاں پر انڈسٹری یا وہاں پر اور چیزیں ترقی کر گئی ہیں ان کی ترقی کا ایک بڑا راز اس میں ہے کہ وہاں پر پریس اور میڈیا جو ہے وہ کافی ایڈوانس ہے- جناب والا! امریکہ صرف اپنی military might کی وجہ سے بڑا strong ملک نہیں ہے بلکہ وہاں کا پریس اور میڈیا strong ہے جو اس کا بڑا ہونے میں بڑا اہم کردارا اد کر رہا ہے- جناب آپ جانتے ہیں کہ جب امریکہ نے عراق کے خلاف کارروائی شروع کی تو اس سے قبل انہوں نے میڈیا کے ذریعے جس طریقے سے عراق کو ساری دنیا سے الگ تھلگ کر دیا اور اس پر یہ الزام لگایا کہ اس نے یہ جارحیت کی ہے کویت میں اور ساری دنیا کو اس کے مخالف کر دیا اور ان کو اس کارروائی کے لئے اپنے ساتھ ملا لیا اس کے ساتھ ساتھ میں یہ کہوں گا کہ واٹرگیٹ سکینڈل جو تیسری دنیا کے لحاظ سے بہت معمولی واقعہ تھا یہ وہاں کی سٹرانگ پریس ہی تھی جس نے ملک کے صدر کو مجبور کیا اور اس نے استعفی دے دیا-

جناب والا! اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ پریس جو اور میڈیا جو ہے یہ بڑا اہم کردار ادا کرتے ہیں لیکن یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ پاکستان میں شروع دن سے پریس ہمیشہ مظلوم رہا ہے اور اس کے ساتھ بڑا ناروا سلوک کیا جاتا رہا ہے صحافیوں کو victimise کیا گیا ہے ان کو ڈرایا گیا ہے دھمکایا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جیسے میرے دوستوں

نے کہا کاغذ کا کوٹہ اور اشتہارات جو ہیں یہ حربے ان کے خلاف استعمال کیے گئے ہیں اس طرح سے ہمارے پریس کو ہمیشہ مظلوم رکھا گیا ہے اور اسے وہ موقع میسر نہیں ہو سکا ہے کہ وہ صحیح طریقے سے اپنا کردار ادا کر سکے۔ جناب والا! یہ باتیں کرنا کہ پریس میں یہ باتیں غلط لکھی جاتی ہیں اور گورنمنٹ نے یہ قدم اس لئے لیا یا اس طرح انہوں نے کیا وہ غلط چھاپتے تھے یا وہ غلط رائے رکھتے تھے۔ جناب والا! یہ تو پڑھنے والوں پر چھوڑنا چاہیئے کہ وہ خود اندازہ لگا سکیں کیونکہ ایک ملک میں جب لوگوں کو صحیح معلومات ملتی رہیں گی وہاں پر لوگ ایجوکیٹ ہوتے رہیں گے اور confusion پیدا نہیں ہوگا لیکن آج ہمارے ملک میں confusion کی ایک بڑی وجہ یہ ہے یہاں پر پریس کو اپنا رول ادا کرنے سے مختلف طریقوں سے روکا جاتا رہا ہے۔

اس کے علاوہ میں یہ عرض کروں گا کہ آج کی دنیا سائنس اور ٹیکنالوجی کی دنیا ہے میرے دوستوں نے صحیح کہا اور میں اخونزادہ صاحب کے ساتھ اتفاق کرتا ہوں ہم دیکھتے ہیں کہ دور دراز علاقوں میں وہاں پر ان پڑھ زمیندار لوگ جو ایک لفظ بھی نہیں جانتے ہیں لیکن جب بھی ملک کے بارے میں کوئی بات ہوتی ہے کہ بھئی یہ کیا معاملہ ہے یہ کیسے ہوا تھا تو وہ ہمیشہ یہ کہتے ہیں کہ بی بی سی نے ایسی بات کی تھی وہ بی بی سی کے مارک ٹیلی اور گیلانی صاحب اور دوسرے جو بی بی سی میں حصہ لیتے ہیں ان سب کے نام جانتے ہیں لیکن یہ صحیح بات ہے کہ اپنے ملک کی جب بھی خبریں آتی ہیں تو لوگ اپنا ریڈیو اور ٹی وی بند کر لیتے ہیں کیونکہ ان کی کارکردگی جو ہے وہ بہت حد تک گر گئی ہے۔ جب کسی ملک میں لوگ اپنے میڈیا پر اعتبار نہیں کریں گے تو انہیں کیسے معلومات حاصل ہوں گی سوائے اس کے کہ وہ اپنے ملک کے حالات کے متعلق بے خبر رہیں گے اور confuse ہوتے رہیں گے۔

جناب والا! اس سلسلے میں میں یہ عرض کروں گا پریس پر کسی قسم کی پابندی نہیں ہونی چاہیئے اور ان کے ساتھ کسی قسم کا امتیاز نہیں برتنا چاہیئے چاہے وہ کاغذ کے کوٹے کے بارے میں ہو یا اشتہارات کے بارے میں ہو یہ پڑھنے والوں کی صوابدید پر ہونا چاہیئے کہ وہ کونسا اخبار خریدتے ہیں اور کس کی رائے وہ قبول کرتے ہیں۔ ہمارے ریڈیو اور ٹی وی مکمل

طور پر خود مختار ادارے ہونے چاہیئیں، یہ بڑی غلط بات ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ریڈیو کا ادارہ پاکستان براڈکاسٹنگ کارپوریشن بنا ہوا ہے اور ٹی وی کا ادارہ جو ہے وہ بھی کارپوریشن ہے لیکن ان کی پالیسیاں جو ہیں وہ ہمیشہ سرکاری افسر بناتے ہیں ایک سیکرٹری جا کر ٹی وی کارپوریشن کے تمام پروڈیوسرز ہیں پروگرامز کے انچارج ہیں ان کو کنٹرول کرتا ہے جیسے میرے دوستوں نے کہا اکثر جو حکومت اقتدار میں آ جاتی ہے یہ کہتی ہے کہ نہیں ہم سب کے ساتھ ایک جیسا سلوک کریں گے، لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ زیادہ وقت برسراقتدار حکومت کے سربراہ کو مل جاتا ہے اور اس کے بعد اس کے وزیروں کو اور مشیروں کو مل جاتا ہے اور اپوزیشن کے نقطہ نگاہ کو کبھی بھی پیش نہیں کیا جاتا یہ ہماری بڑی بدقسمتی ہے چاہیئے کہ یہ ادارے خودمختار ہوں اور ان کا ایسا ڈھانچہ بنایا جائے اس میں صحیح لوگ جو میڈیا کے معاملے کو سمجھتے ہوں ان میں ان کو لانا چاہیئے تاکہ وہ صحیح اوبجیکٹو رپورٹنگ کریں اور کسی کے ساتھ امتیازی سلوک روا نہ رکھیں۔ اس کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جناب فضل آغا صاحب۔

انجنیئر سید محمد فضل آغا: شکریہ جناب چیئرمین! میں پروفیسر خورشید صاحب کا مشکور ہوں انہوں نے بہت اہم موضوع کی طرف بروقت ایوان کی توجہ دلائی ہے جہاں تک میڈیا یا ذرائع ابلاغ کا تعلق ہے یہ آج کی بات نہیں زمانہ قدیم سے اس کی بڑی اہمیت ہے آج بھی ہمارے ہاں قبائلی روایات کے مطابق جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو فوراً بعد کہتے ہیں کہ حال "احوال دے" یہ سسٹم بہت پرانا چلا آرہا ہے حال احوال کے ذریعے کا اب اس میں اخبارات اور پریس میڈیا اور الیکٹرک، دونوں آگئی ہیں۔ میڈیا کی بہت ساری باتیں ہو چکی ہیں اور بہت ساری باتیں کی جا سکتی ہیں پریس کا اپنا رول اور الیکٹرک میڈیا کا اپنا رول ہے اس میں اگر دیکھا جائے تو National media communication اپنا network ہے ایک انٹرنیشنل ہے ہمیں سب سے پہلے اسے نیشنل لیول پر پرکھنا ہوگا کیونکہ اپنی ضروریات کے مطابق ہمارا جو میڈیا ہو ریڈیو ہو یا ٹی وی ہو اس کی کارکردگی کا جائزہ لینا ہوگا کیونکہ انٹرنیشنل پر تو ہمارا کوئی کنٹرول نہیں ہے لہذا نیشنل کے حوالے سے میں گزارش کروں گا کہ

جہاں تک پریس کا تعلق ہے کسی زمانے میں الیکٹرانک میڈیا کمزور تھا اور پریس کا بڑا رول تھا آج بھی پریس کے رول میں کوئی کمی نہیں آئی ہے لیکن جتنا effective میڈیا ریڈیو اور ٹی وی ہے شاید وہ اتنا نہیں ہے۔ پریس کے سلسلے میں شروع میں کچھ آرڈیننس بھی رہے اور حکومت کا بھی کنٹرول رہا اور اس وقت صحیح طریقے جس طرح اسے اپنا رول ادا کرنا چاہیئے تھا وہ ادا نہ کر سکا آج بھی اگر آپ پریس کو دیکھیں کہ پریس کسی آرگنائزیشن کو own کرتا ہے لیکن ایک صحافی یا جرنلسٹ کی حیثیت، اتنی effective نہیں ہوسکی اس wested interest کی وجہ سے چاہے وہ گورنمنٹ یا کسی پولیٹیکل پارٹی backed press ہو تو اس میں جرنلسٹ بیچارہ اپنی طرف سے -----

Jam Haji Karraruddin: Mr. Chairman I will invite your attention to Rule 199:-

"while Senate is sitting a Member shall not read any book, newspaper, or letter except in connection with the business of the Senate." Syed Fazal Agha Is reading some book, Sir.

جناب چیئرمین: جی جناب فضل آغا صاحب۔

انجنیئر سید محمد فضل آغا: جناب میں عرض کر رہا تھا کہ پریس کی جہاں تک بات ہے یا تو پریس گورنمنٹ کے owned ہوتے تھے یا پولیٹکل سوچ کے حامل پریس ہوتے تھے لہذا جرنلسٹ کا جو رول ہے وہ بڑا محدود ہو جاتا ہے اس لئے کہ جرنلسٹ کسی بھی پارٹی یا ادارہ کے ساتھ کام کرتا ہے تو وہ اپنی طرف سے جتنی بھی صحیح رپورٹ دے پھر بھی وہ پارٹی یا آرگنائزیشن یا سیاسی پارٹی کی ذہنیت کی explanation خاص سٹیج سے لاتا ہے۔ اس ملک میں بدقسمتی سے یہ رجحان ہے جو میں سمجھتا ہوں صحیح نہیں ہے اور عوام کو ہم صحیح اطلاعات فراہم نہیں کر سکتے۔ اس کی طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ یہ ہم

سب کا قومی مسئلہ ہے صرف ایک پارٹی کا نہیں ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ پریس میں مختلف لوگ involve ہیں اور مختلف مکتبہ فکر کے اپنے اپنے اخبارات ہیں اور اپنے اپنے انداز سے خبریں شائع کرتے ہیں۔ تیسری مجبوری پریس کی یہ ہے کہ جہاں تک پیپر کوٹہ اور ایڈورٹائزمنٹس ہیں یعنی اشتہارات ہیں۔ یہ ہر برسراقتدار حکومت کے پاس بڑا lever ہوتا ہے اور ہمیشہ پریس والوں کو یہ گلہ رہتا ہے کہ جی ہمارے اشتہارات کاٹ دیئے گئے ہماری salary روک دی گئی ہمیں کم دیئے گئے ہیں اور اسی میں صوبائی گورنمنٹس میں صوبائی اور علاقائی اخبارات ہوتے ہیں۔ گزارش یہ ہے کہ حکومت کو اس طرف بھی توجہ دینی چاہیئے کہ اخبارات کے ساتھ مساوی سلوک کریں اور صوبوں میں جو مسائل پیدا ہوتے ہیں ان کا تدارک کرکے حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے۔ جیسا کہ سروس اخبارات ہیں یا جو اپنی جگہ بنا چکے ہیں وہ تو میں سمجھتا ہوں کہ بعض اخبارات ایسے ہیں کہ اپنے آپ کو uphold کر سکتے ہیں اور اپنے کام کو چلا سکتے ہیں۔

ایک اور گزارش صحافیوں کے لئے ہے بڑے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ پچھلے دنوں کچھ پالیسی کا سنا تھا اور دو سو روپیہ ان کی تنخواہ میں اضافہ کا بھی ذکر تھا۔ لیکن بدقسمتی سے اسے کمیٹی کے سپرد کر دیا گیا ہے مگر گورنمنٹ اس کی میٹنگ نہیں بلا سکی اور صحافیوں کی کوئی خاطر خواہ دلجوئی نہ ہو سکی۔ جب تک جرنلزم میں صحافی کا استحقاق اور اس کے احترام کا خیال نہیں رکھا جائے گا وہ اسی طرح مجبور ہو کر گورنمنٹ کے ہاتھ میں یا پھر کسی بھی دوسرے کے ہاتھ میں ہوگا۔ صحافی کی پھر اپنی مجبوریاں ہیں پھر وہ جتنا حق ادا کرنا چاہے گا نہیں کر سکے گا۔

اگلی گزارش میری ریڈیو اور ٹی وی والوں سے ہے بدقسمتی سے جب سے موجودہ حکومت بنی ہے اس کا رویہ خاص کر ایک ہی طرف ہو گیا ہے۔ جو کہ بالکل غیر مناسب ہے۔ سینٹ کے حوالے سے یہاں پر چاروں صوبوں، فیڈرل کیپیٹل اور فاٹا کی خاصی نمائندگی ہوتی ہے یہاں پر قومی معاملات پر بحث ہوتی ہے۔ لیکن اکثر ہم نے دیکھا ہے کہ جن باتوں کا فائدہ حکومت کو ہو یا گورنمنٹ کو پروجیکشن ملتی ہو وہی باتیں ٹیلی ویژن پر لائی جاتی ہیں چاہے

حال احوال ہو یا خبریں ہوں وہ ساری باتیں لائی جاتی ہیں۔ لیکن وہ جو قومی مسائل ہیں یا متنازعہ مسائل ہیں ان کا کوئی ذکر نہیں ہوتا جس سے پوری قوم محروم رہ جاتی ہے اس کے علاوہ میں سمجھتا ہوں کہ ٹی وی اور ریڈیو کو ہمیں اس طرح استعمال کرنا چاہیئے کہ ہم اپنی جو problems میں ہماری جو shortcommings ہیں ان کو اجاگر کریں۔ زراعت کو کس طرح وسیع کرنا ہے ۔ عملی طور پر ریڈیو اور ٹی وی پر دکھائیں فارن ٹریڈ کو کس طرح deal کرنا ہے سمال انڈسٹریز اور تعلیم کو کس طرح عام کرنا ہے ۔ جو ہمارے immediate issues ہیں بجائے اس کے کہ ہم زیادہ زور ڈراموں پر دیں گو کہ ان میں کوئی نہ کوئی اخلاقی چیز تو ہوتی ہے مگر جو ہمارے عملی مسائل ہیں ان کی طرف ہمیں زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ تاکہ ہم اس الیکٹرانک میڈیا کی وساطت سے اس پسماندہ ملک کے عوام کو روشناس کرا سکیں۔ تاکہ ان کے علم میں اضافہ ہو اور اپنے معاملات کو حل کر سکیں۔ ڈومیسٹک پرابلم، صوبائی مسائل کے اوپر پروگرام ہونے چاہئیں۔

بہرہ ور سعید صاحب اور دیگر میرے دوست فرما چکے ہیں کہ ہمارا ایک اسلامی معاشرہ ہے اور ٹی وی ریڈیو یا جو بھی پروگرام ہو ان سب میں اسلامی عنصر کو ضرور شامل رکھیں، ہمارے ہاں کچھ دن پہلے جب آلودگی کی بات ہو رہی تھی تو میں نے گزارش کی تھی کہ ہمارے ریڈیو اور ٹی وی پر ہماری کلچرل آلودگی بھی ہو رہی ہے۔ ہمارا جو کلچر ہے جو ہماری روایات ہیں ہماری سوسائٹی کے جو خدوخال ہیں ان پر ہمیں بجا طور پر ناز ہے۔ جو رہتی انسانیت تک باقی رہیں گی چاہے یورپین امریکن یا اور صاحبان جو بے چینی اور بے اطمینانی کی حالت کا شکار ہیں جسے مختلف حربوں سے وہ سامنے لا رہے ہیں وہ آخر کار گھوم پھر کر اسی پر آئیں گے کہ اسلام کا جو کلچر ہے یا اقدار ہیں وہ سب سے بہتر ہیں۔ لہذا جتنے بھی پروگرام آتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ان میں اسلامی اقدار کو مد نظر رکھا جائے۔

ایک بات فصیح صاحب نے بڑے زور و شور سے یہاں پر اور کمیٹی میں بھی ڈش انٹینا کی لائسنس فیس وغیرہ نہیں ہونی چاہیئے۔ جناب میں ذاتی طور پر تو اس کے حق میں ہی نہیں ہوں۔ ہم تو لوکل ایریا کے پروگرام بھی اپنی فیملی اور بچوں کے ساتھ نہیں دیکھ سکتے۔

کیونکہ ہماری جو روایات ہیں اس کے بالکل برعکس دکھایا جاتا ہے۔ لیکن جہاں تک ڈش انٹینا کا تعلق ہے وہ تو آپ کو پتہ ہی ہے کہ جن لوگوں کے پاس ہے ان کے کلچر کے ہمارے کلچر اور سوسائٹی پر کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں گزارش یہ ہے کہ الیکٹرانک میڈیا کے اوپر بہت زیادہ توجہ دینی چاہیئے اور اس میں قومی مسائل کو حل کرنے کے لئے ہماری پسماندگی کو دور اور اسلامی تعلیمات کو اجاگر کرنے کے لئے پروگرام زیادہ آنے چاہیئیں۔ تاکہ ہم اپنی اقدار کو متعین کر سکیں اور پہچان سکیں اور ہم اپنی اقدار پر فخر کر سکیں اور ہمارا اعتماد بڑھ سکے نہ کہ ملک قاسم صاحب کی طرح، وہ تمام باتوں کو مذاق میں لے جاتے ہیں۔ یہ تمام ان کو مذاق نظر آ رہی ہے پتہ نہیں یہ کیا رجعت پسند آگیا ہے یا fundamentalist آگیا ہے لیکن مجھے ان اقدار پر فخر ہے اور میں یہ دل کی گہرائیوں سے کہہ رہا ہوں کہ اسلام میں احترام، عزت، عفت اور دیگر تمام اچھی اقدار جو ہیں وہ اس میں موجود ہیں لہذا کوشش یہی ہونی چاہیئے کہ میڈیا کی طرف زیادہ توجہ دی جائے۔ جناب ہم باہر گئے تھے لیکن مجھے بڑا افسوس ہے کہ سفارت خانے کا رویہ ہمارے ساتھ یکدم تبدیل ہوگیا وہاں جو بھی بات ہوتی تھی جو ان کی حکومت کی بابت ہوتی تھی اسے تو فیکس کر دیتے تھے اور انفارمیشن وہاں سے آجاتی تھیں لیکن بحثیت پاکستانی ہم نے جو بھی انسانی حقوق یا دیگر کے بارے میں باتیں کیں وہ نہیں بھیجی گئیں وہ اپنے آدمی کی بھجواتے رہے۔ یہ بھول گئے کہ یہ فضل آغا اور دوسرے صاحب دونوں ہی پاکستانی ہیں اور پاکستانی کاز کے لئے آئے ہیں۔ ان میں امتیازی سلوک نہیں ہونا چاہیئے یہ رویہ بھی درست ہونا چاہیئے۔ میری اقبال حیدر، بابر صاحب، شیر افگن صاحب سے گزارش ہے کہ ایسی باتوں کا تدارک کرایا جائے۔ ہماری گزارشات کو بھی غور سے سن لیں یہی کام آئیں گی۔ اور انہی باتوں سے آپ کے زیر سایہ بیوروکریسی ارشارہ مانگے گی۔ وہ شاہ سے زیادہ شاہ پرست ہوتے ہیں۔ لہذا ان باتوں پر توجہ دی جائے۔ شکریہ!

جناب چیئرمین: جی ملک قاسم صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

Malik Muhammad Qasim: Sir, actually Agha Sahib was mistaken, we were not laughing, we were taking a very serious view

of whatever he said. The Leader of the Opposition and myself were discussing and we have agreed that this is such an important matter before this House and it is so late that many speakers..

(interruption)

جناب چیئرمین: آخر مقرر راشد ربانی صاحب رہ گئے ہیں اور اس کے بعد میرا خیال ہے کہ وائنڈ اپ کر دیں، اگر ملتوی کیا تو اگلی دفعہ بھی پھر چلتا رہے گا۔

ملک محمد قاسم: جناب والا! میں یہی کہنے لگا تھا کہ اور ممبر صاحبان بھی بولنا چاہتے ہیں اور فصیح اقبال صاحب جو چیئرمین ہیں انفارمیشن اور براڈ کاسٹنگ کے وہ کہہ رہے تھے کہ انہوں نے اس پر کچھ تجاویز بھی کمیٹی میں بھیجی تھیں تو وہ بھی بولنا چاہتے ہیں اور انہوں نے جناب والا! آپ کو نام بھی دیا تھا۔

جناب چیئرمین: وہ تو موجود نہیں ہیں ان کو بلایا تھا وہ ہے ہی نہیں تو پھر آپ کے خیال میں اس کو ملتوی کر دیں۔

ملک محمد قاسم: جی ہاں۔

جناب چیئرمین: جی جناب وزیر قانون صاحب۔

Syed Iqbal Haider: Sir, with your permission I would like to inform this honourable House about the Privilege Motion of honourable Member Hafiz Hussain Ahmad. This was taken up earlier on, and all the facts relating to the privilege motions. I had tried to

convince Hafiz Sahib.....

(interruption)

Mr. Chairman: Which privilege motion is this?

Syed Iqbal Haider: It was about the nonsupply of connections of the telephones and PCOs under the quota of Senators, which was a complaint of many Senators and Hafiz Sahib had taken up this that the telephones and the PCOs recommended by Hafiz Sahib are not being connected. We sought a detailed report from the Department and though in most cases demand notices have been issued by the department but delayed. Secondly, actual connection has not taken place as informed by Hafiz Sahib, I am not sure whether the payment against the demand notice have been made or not. I suggest sir, since Hafiz Sahib is not satisfied with all the documents and evidence let it be scrutinized as a matter of fact by the Committee and all the facts and figures will be there and Hafiz Sahib can present his full case. I have no objection. Let this privilege motion many be referred to the Committee and they will examine this. Second, Sir, there was an issue which had come regarding the implementation of the development scheme of the Senators last week.

جناب چیئرمین: یہ بڑا اہم مسئلہ ہے اس وقت تو----

(مداخلت)

Syed Iqbal Haider: Sir, I am only informing. I am not taking up discussion. I am just informing that last week I had made a commitment before this august House, I will arrange full, proper detailed briefing to all the Senators in respect of their development schemes because every point and case cannot be discussed on the floor of the House. So on 6th of January, 1994, the local government officers are ready and willing to brief the Senators about their development scheme. Time and place that may be suggested by them, may be we can arrange in the old building or in the Ministry itself. There are only two venues, on 6th after, the ......

(interruption)

جناب چیئرمین: جناب آپ لیڈر آف دی ہاؤس اور لیڈر آف دی اپوزیشن بیٹھ کر بتا دیں جگہ اور وقت ......

Syed Iqbal Haider: Sir, this is for information because it was a commitment made on the floor of the House that I will arrange a briefing and that can be done at any time on 6th. The Leader of the House and the Leader of the Opposition and we will inform the House accordingly.

جناب چیئرمین: جی جناب فرمایئے۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل: ۔ سینیٹرز کا 94-93 کے لئے ہم نے دیا ہے۔ کیونکہ وہ قومی اسمبلی کے بارے میں آپ کی گورنمنٹ نے فیصلہ دے دیا تھا۔ 94-93 کا سینٹ کے ممبران کے فنڈز کا یہ بھی آپ نے بتانا تھا اور کمیشن بٹھانا تھا۔

Syed Iqbal Haider: Sir, I may brief my honourable member that all the proposition which was framed by the Chair very rightly, which I really appreciated. I have referred all those four points and the briefing will include categorical statement and briefing from the Ministry on those 1993-94 and all issues which were framed by the Chair.

جناب چیئرمین: جی جناب بشیر مٹہ صاحب۔

Mr. Basheer Ahmad Matta: Sir, if the Minister makes a formal statement on the floor of 'he House with regard to the broad principles and when the briefing takes place by the officers concerned....

(interruption)

جناب چیئرمین: کیونکہ یہ بھی دیکھ لیں کہ آپ کی بریفنگ کے دوران ڈسکشن بھی ہو گی ناں
In the light of the briefing you can still talk to the Minister and then make a statement in the light of all that.

بریفنگ کے بعد آپ کو کچھ چیزیں پتہ چلیں گی۔ کچھ آپ کو منظور ہوں گی کچھ پر آپ اعتراض کریں گے۔ اچھا ہے ڈسکشن ہو گی۔

Mr. Basheer Ahmad Matta: The other thing sir, that in the first place we have a sitting, then we have discussion. It will be difficult to have some of the House taken later. So fix it first.

جناب چیئرمین: یہ اسی لئے تو بتا رہا ہوں یہ آپ لوگ بیٹھ کر طے کر لیں۔ جو convenient ہو آپ اس پر طے کر لیں۔

جناب چیئرمین: اچھا کب کریں۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب سیشن کب تک ہے۔

جناب چیئرمین: سیشن میرے خیال میں لاء منسٹر صاحب کہہ رہے تھے کہ 9 تک definite ہے اس کے بعد ہو سکتا ہے ایک دو دن اور چل جائے۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب کوئی ایسا کیونکر ہے۔ 7 کو تو ہم چھٹی بھی کریں گے شام کو شاید ہم جائیں۔ ضروری وہ رکھیں۔

Syed Iqbal Haider: May I suggest Sir, the Leader of the House and the Leader of the Opposition along with the officials of the Ministry determining the date and time.

جناب چیئرمین: ایک یہ ہو سکتا ہے کہ اتوار کو پہلے بھی ہم شام کو سیشن کرتے ہیں۔

اتوار کو صبح کو آپ یہ کر لیں۔ یہ بھی ممکن ہے۔

Syed Iqbal Haider: Sir, I will inform you day after tomorrow. Thank you Sir.

Mr. Chairman: From tomorrow we will start the discussion on the Presidential address.

جی فرمائیے۔ وہ جائے گی پریو یلج کمیٹی کو۔ جی وہ مجھے بتائیے آپس میں کل کو میں دیکھتا ہوں کیا۔ لیکن دیکھیں ناں ایک چیز کی میں ذرا وضاحت کردوں پریذیڈنٹ ایڈریس جو ہوتا ہے اس میں تقریباً ہر چیز زیر بحث لاسکتے ہیں۔ آپ کا مثلاً جو آپ کال اٹنشن نوٹس لا رہے ہیں وہ آپ کا کسی موضوع پر ہو گا۔ اس کو آپ اس میں لے آئیں۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: نہیں وہ تو آئیں گے لیکن اگر آپ اس مسئلہ کو اٹھانا چاہتے ہیں تو یہ بھی ایک موقع ہوتا ہے۔ بہرحال کل کا تو یہ فیصلہ ہے کہ آج اس کو شروع کرنا ہے۔ وہ نہیں آسکتا۔جب President's Address under discussion ہو تو اور کوئی آئیٹم نہیں آسکتا۔ تو اب مسئلہ کیا ہے آپ کا۔

Akhunzada Behrawar Saeed: Let them confess that they have arranged.

جناب چیئرمین: گورنمنٹ کا اس کو نوٹس بھی ہے یا کہ نہیں۔ یہ جو کال اٹنشن نوٹس ہے اس پر کوئی تیار ہے کہ نہیں۔ نوٹس بھیجے ہوئے ہیں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: call attention کی جناب دو گھنٹے کی مہلت ہے اور اسے دو دن ہوگئے ہیں۔

جناب چیئرمین: آج یہ ایجنڈے میں بھی نہیں ہے۔ یہ آج ایجنڈے میں نہیں ہے ناں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: ہاں نہیں ہے ناں آپ اس وقت نہ لیں۔

جناب چیئرمین: جی جناب فرمائیے، خورشید صاحب۔

پروفیسر خورشید احمد: تو اگر آپ کی اجازت ہو تو جس معاملے میں نوٹس کی ضرورت ہے، مجھے دراصل پریس کے کچھ لوگوں نے بتایا کہ پاکستان ٹائمز کے اسٹاف کو پچھلے کئی مہینے سے تنخواہ نہیں ملی۔ اس کو چیک کریں ذرا۔ نہیں اس کو انکار نہ کریں کیونکہ مجھے لوگوں نے بتایا ہے کہ ان کو نہیں ملی۔ چونکہ آج آپ نے میڈیا پر بات بھی کی ہے۔ اس مسئلے کو examine کر لیں۔

Syed Iqbal Haider: Sir, if I am permitted to inform this honourable House that this issue of the non-payment off salaries to the employees and journalists of the NPT and not only Pakistan Times, but also Mashriq. All those who were not paid their salaries, the Cabinet authorized and sanctioned a special fund of Rs.60,0000 and disbursement of that money has already started, more than week ago and their bills will be cleared out off that 60,0000 rupees.

جناب چیئرمین: اچھا یہ جو ہے کال اٹنشن نوٹس یہ اصل میں بہرہ ور

فضل آغا صاحب کی جانب سے ہے اس کو آپ دیکھ لیں اب President's address کے دوران نہیں ابھی تو موشن نہیں آئے گا۔ لیکن یہ لے لیں اس کی کاپی۔ تاکہ جب بھی وقت ملے اس کو ٹیک اپ کر سکیں۔

Mr. Chairman: No, No, Under the Rules

آپ اس کو دیکھ لیں۔

No question, no adjournment motion only privilege motion is possible.

وہ بھی کوئی بنتا ہو گا تو آئے گا۔ کوئی formal چیز ہو تو وہ تو ٹھیک ہو جاتی ہے۔

So the House is adjourned to meet again tomorrow (on Monday, the 3rd January, 1994) at 10.30 a.m.

[Then the House adjourned to meet again at half past ten of the clock in the morning of Monday, the 3rd January, 1994]

PCPPI—341 (96) Senate—14-3-96—180.